



ماہنامہ محدث لاہور

شمار نمبر: 15 --- جلد نمبر 2 --- شمارہ نمبر 4 --- اپریل 1972ء --- صفر المظفر 1392ھ

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارف

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمن مدنی مدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے۔ جس کا نام محدث

تھا کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیم ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین و دانشور

حافظ عبدالرحمن مدنی نے اس کا اجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ 1970ء سے اب تک کامیابی و کامرانی سے شائع ہو رہا ہے، واللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحب علم و فضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور
محدثانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: 20 روپے زیر سالانہ: 200 روپے بیرون ملک: 20 ڈالر

بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ 200 روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔

ایڈریس: ماہنامہ محدث، 99 جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700۔ فون نمبر: 35866476 / 3586639 - 042

موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.mohaddis.com www.kitabosunnat.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com



اجرائے محدث کے مقاصد

عناد اور تعصب قوم کیلئے زہرِ بلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصبات سے بالاترہ کرافہام و تفہیم امت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دُقیانوسِ بتانا امت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محبت لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ! کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

فہرست

2	فکر و نظر
4	درسِ قرآن
9	رحلہ علم
12	مسئلہ سماع
19	عالم اسلام کی دگرگوں حالت اور اُس کا علاج
23	محسنِ انسانیت
27	امتناب
30	مومن کبھی مایوس و ہراساں نہیں ہوتا
31	تعارف و تبصرہ کتب
33	درسِ عبرت

فکر و نظر

صدر بھٹو کو روس جاکر مسٹر کوسینین سے اور پاکستان میں بلا کر برطانیہ کے وزیر خارجہ مسٹر ڈگلس ہیوم سے جو کچھ سننا پڑا ہے اس سے ہمیں بڑی مایوسی ہوئی ہے۔ یہ دونوں لیڈر باتوں باتوں میں جس طرح بھارت اور نام نہاد بنگلہ دیشی کی شناخت کرتے رہے ہیں وہ ان کے دشمنانہ اور غیر منصفانہ رویہ کی ایک بدترین مثال ہے۔ **وَمَا تَنْفَعِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ**

ان تمام اور واضح تحقیر آمیز رویہ کے باوجود اگر صدر بھٹو نے ان کو مزید آزمانے کی کوشش کی تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ: سخن شناس نہ دلبر اخطا اینجا است!

جب کسی فرد یا جماعت کی طرف سے احتجاج یا جلوس کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو ان کی جائز شکایت کو سننے یا اس کے ازالہ کرنے کی طرف توجہ کم دی جاتی ہے۔ زیادہ تر جوابی کارروائی پر زور صرف کیا جاتا ہے اور سب سے بڑا جو تیر چھوڑا جاتا ہے، یہ ہوتا ہے کہ: ”یہ فلاں شخص یا جماعت کی سازش ہے اور وہی پس پردہ یہ ڈور ہلا رہی ہے۔“

اور یہ وہ بے بنیاد اور لاجاصل الزام ہے جو اب اپنا وزن اور اپنی سنسنی خیزی کھو چکا ہے۔ اس سے سنورنے کے بجائے ایک اور جوابی الزام کشش کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جو شیطان کی آنت سے زیادہ طویل اور منحوس ترین ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اب اس قسم کی الزام تراشی اور جوابی کارروائی کے مزید تجربات کرنے کے بجائے شکایات کو سننے، معاملہ کو سمجھنے اور فراخ دلانہ طریق کار اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ کسی گتھی کو سلجھانا ہی صحیح طریق کار ہوتا ہے۔ اس کو قار کا مسئلہ بنانا مزید مسائل کو جنم دیتا ہے۔ اس لئے شاطرانہ چالیں چلنے سے پرہیز کیا جائے اور قائدانہ سنجیدگی کو ملحوظ رکھا جائے۔

رسوائے زمانہ ۳۵ء ایکٹ کی بنیاد پر پیپلز پارٹی نے اپنے اقتدار کے سفر کے آغاز کرنے کا جو فیصلہ کیا ہے وہ صرف دور رس نتائج کا حامل نہیں ہے، بلکہ تینوں (پیپلز، نیپ اور جمعیت) جماعتوں کی ذہنیت کے مضمرات کا غماز بھی ہے۔ خاص کر اس کے ذریعے خاں لیاقت علی خاں کی ”قرارداد مقاصد“ کی نفی کر کے انہوں نے جو مثال قائم کی ہے ہو سکتا ہے کہ وہ اب: تاثریامے رود دیوار کج

کی منہ بولتی تصویر بن کر رہ جائے۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ یہ لوگ کچھ ہوش کریں۔ **اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ**

اللہ

لاہور شہر میں سمن آباد سے طاہرہ سجاد اور فرخ سجاد کا اغواء نہایت شرمناک سانحہ ہے۔ مگر اس کو یوں اچھالا گیا ہے، جیسے ملک میں یہ واقعہ صرف پہلی دفعہ پیش آیا ہے۔ حالانکہ اغواء کے یہ کیس اب ملک میں ایک معمول بن گئے ہیں بلکہ ان کے اندر اب کوئی ندرت بھی نہیں رہی۔ جہاں کہیں اس قسم کی دھاندلی کے خلاف کبھی کوئی ہنگامہ برپا ہوا بھی ہے تو صرف اس لئے نہیں کہ اب انہوں نے حالات کی سنگینی کا احساس کیا ہے بلکہ بات صرف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اتنی تھی کہ اب یار دوستوں کا کچھ موڈ ہی ایسا بن گیا تھا اس لئے گو ہم اس شرمناک جسارت کے خلاف اس منظم اور بروقت احتجاج کی قدر کرتے ہیں لیکن اس سے کسی ٹھوس اور دیرپا نتیجہ کی توقع عبث ہے۔ اس کے لئے تو وہ اسلامی غیرت، حمیت اور بصیرت درکار ہے جو لازوال حرارت پر مبنی ہو اور اتنی حساس ہو کہ جہاں کہیں اس کی پرچھائیاں نظر آئیں، تڑپ جائے۔ وقتی اور ہنگامی قسم کی اس بے چینی کو اگر کاروباری نوعیت کی بے چینی نہ بھی کہا جائے تب بھی اس پر کامیاب بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ ورنہ ہمیں یقین ہے کہ ملک میں جرائم کے کاروبار کا بازار سرد پڑ چکا ہوتا اور مجرم ضمیر کے لئے ممکن نہ ہوتا کہ وہ امن عامہ میں خلل ڈالے یا اسلامی قلب و نگاہ کی لطیف حیات پر بوجھ بننے کا حوصلہ کرے۔ **أَدْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً** (اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ) کا حاصل بھی یہی ہے کہ اسلامی اقدار اور اعمال سے تعلق وقتی نہ ہو، ٹھس ہو۔ جذباتی نہ ہو، حقیقی ہو۔ جزوی نہ ہو، ہمہ گیر ہو۔ کاروباری نہ ہو، جذبہ تعمیل کا حاصل اور بینا اور غیور قلب و نگاہ کی اُمنگوں کا ترجمان ہو۔ اس طرز حیات اور یقین محکم کے غیر وہ درنایاب ہاتھ نہیں آتا جو ہم کو مطلوب ہے۔

اس کے علاوہ اس اغواء کے سلسلہ میں کچھ لوگوں کے دلوں میں ناگفتہ بہ شکوک و شبہات بھی ہیں، ان کا ازالہ بھی ضروری ہے اور حکومت کو چاہئے کہ اب اسلامی زندگی کے احیاء اور استحکام کے لئے سنجیدہ کوشش کرے جس کے بعد نہ کسی بچے اور خاتون کے اغواء کا خوف باقی رہتا ہے اور نہ ہی قوم اور ملک کے اغواء ہو جانے کے امکانات باقی رہ سکتے ہیں۔ ملک پر جتنی آفت آئی ہے، وہ اسی بے یقینی اور اسلام سے بے تعلقی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ مجیب اغواء ہوتا، مشرقی پاکستان کو پاؤں لگتے اور ہمیں چھوڑ کر کسی مکار اور دغا باز دشمن کے ساتھ بھاگ اٹھنے کی سوچتا۔

درس قرآن

تخصیص و اضافہ: ادارہ

قسط اول

حافظ سیف الرحمن صاحب

وَمَا نَقْمُوا إِلَّا أَنْعَمَهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ (التوبہ: ۷۴)

ان منافقوں نے صرف اس بات کا انتظام لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے (اللہ) کے فضل سے انہیں غنی بنادیا۔

تمہیدی گزارشات:

چند روز قبل ایک مولوی صاحب نے مندرجہ بالا آیت کریمہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مالدار بنانا اللہ اور اس کے رسول دونوں کے اختیار میں ہے کیونکہ عربی قواعد کے مطابق جس طرح لفظ ”اللہ“ ”اغنی“ کا فاعل ہے اسی طرح ”رسولہ“ بھی، گویا غنی اور فقر جس طرح اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے اختیار میں بھی ہے۔

شکم پروری کے چکر نے جہاں اس قسم کی تفسیروں کا دروازہ کھولا ہے وہاں اسی قسم کی مادہ پرستی نے ہر انسان کو اپنا رازق ہونے کا نظریہ دیا اور سب کچھ اسباب کو سمجھا جانے لگا۔ جس سے سرمایہ دارانہ نظام پھلا پھولا ہے۔ پھر رد عمل کے طور پر اشتراکیت (سوشلزم) نے یہ اختیار، نام نہاد قوم بلکہ ریاست کے ہاتھ میں دے دیا۔ یعنی جب توحید ربانی (عقیدہ رزاقیت رب العالمین) کو چھڑ کر دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک سمجھا جانے لگا تو تان کہاں آکر ٹوٹی؟ (اعاذنا اللہ منہ)

جب انسان شرک میں مبتلا ہو جائے تو پھر کسی ایک جگہ نہیں ٹھہرتا بلکہ ہر شجر و حجر کے آگے جھکنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کی صفات دوسری چیزوں میں بھی نظر آنے لگتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں زانی اور مشرک کو اکٹھا ذکر کر کے اسی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ (النور: ۳)

زانی (مرد) زانیہ یا مشرکہ عورت سے ہی نکاح کرتا ہے اور زانیہ عورت زانی یا مشرک مرد ہی سے نکاح کرتی ہے۔

اس آیت کریمہ میں مشرک اور زانی کو اکٹھا ذکر کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح زنا کا عادی مرد یا عورت کبھی ایک بیوی یا خاوند پر قناعت نہیں کرتے اسی طرح مشرک کبھی ایک رب پر اکتفاء نہیں کر سکتا۔ جب خدا کو چھوڑ دیا تو کہیں کا بھی نہ رہا۔ میں اس آیت کی اصلی تفسیر کی طرف آنے سے پہلے توحید کی نزاکت کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ پھر ان شاء اللہ وضاحت سے ذکر کروں گا کہ اس آیت سے کیا مراد ہے؟

شرک کی مذمت:

شرک ایک ایسا مہلک مرض ہے کہ جب کسی کو لگ جائے تو اسے کسی کام کا نہیں چھوڑتا۔ زندگی کا سارا نقشہ بدل کر رکھ دیتا ہے۔ جس طرح طبی بیماریوں میں دل کا اختلاج سارے جسم کا نظام بگاڑ دیتا ہے۔ اسی طرح مشرک کا مرض تمام روحانی صحت کا قلع قمع کر دیتا ہے اور انسان کی ساری زندگی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اضطراب کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شرک کو سب نیک اعمال کے ضائع ہو جانے کا موجب ٹھہرایا ہے۔ عام آدمی کا تو کیا ذکر، سید المرسلین امام المتقین حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ (الزمر: ۶۵)

یعنی اگر آپ بھی شرک کا ارتکاب کر بیٹھیں تو آپ کے بھی سب اعمال ضائع ہو جائیں گے۔

اس لئے دیگر گناہوں کا مرتکب تو اپنے گناہوں کی سزا پا کر یا بخشش خداوندی سے بغیر سزا ہی کے عذاب الہی سے نجات حاصل کرے گا لیکن مشرک اگر بغیر توبہ کے مر گیا تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بن جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا وَهُ النَّارُ

جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دیا اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے۔ (المائدہ: ۷۲)

ان آیات سے واضح ہے کہ شرک اللہ تعالیٰ کے ہاں کس قدر مذموم ہے جس کو وہ کسی حالت میں اور کسی کے لئے اجازت نہیں دیتے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں توحید ہی اصل دین ہے اور ساری خرابیاں اسی توحید میں فرق آنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء نے ہر قسم کے معاشرہ میں اسی شرک کی خامیوں کو واضح فرمایا اور اسی توحید کی طرف سب سے پہلی عوت دی۔

یہاں میں اتنی بات واضح کر دوں کہ توحید صرف یہ نہیں ہے کہ ظاہری عبادات میں کسی اور کو سجدہ نہ کیا جائے بلکہ انسانی زندگی کے کسی بھی قسم کے معاملہ میں اگر مقصود رضاء الہی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو چھوڑ کر صرف دوسروں کی اطاعت اور رضا طلبی ہو یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کو بھی حصہ دار بنایا جائے تو یہی کفر و شرک ہے۔ مجملات کلمہ طیبہ (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کے اقرار سے ہر مسلمان تسلیم کرتا ہے اور اسی پر کار بند رہنے کا اعلان کرتا ہے اور باقی سارا دین اس کی تفصیل ہے۔ و للتفصیل موضع آخر۔

أَغْنَهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ كِى صَحیح تعبیر:

اب میں آیت مذکورہ بالا کی اصلی تفسیر بیان کرتا ہوں۔ ہمیں کسی آیت کا صحیح مفہوم جاننے کے لئے سب سے پہلے اس کا شان نزول دیکھنا چاہئے تاکہ اس مخصوص واقع سے اس کا مفہوم اصلی واضح ہو جائے۔ پھر اسی سبب نزول کی روشنی میں اس آیت کی دلالت یا حکم کسی دوسرے موقع پر بھی چسپاں کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح آیات کا سیاق و سباق بھی آیت کا مفہوم سمجھنے میں مدد دیتا ہے کیونکہ آیات کی ترتیب بھی وحی الہی سے ہے۔

اس آیت کا شان نزول جو معتبر تفاسیر میں ذکر ہے یہ ہے کہ منافقین زبانوں سے قسمیں کھا کھا کر نبی ﷺ اور اہل ایمان کو اپنی صداقت دینی کا اعتماد دلاتے تھے۔ لیکن اپنی خصوصی مجلسوں میں نبی ﷺ اور ایمان والوں کو برا بھلا کہتے تھے اور ان کے خلاف سازشیں کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ انہی سازشوں میں سے ایک وہ تھی، جب نبی ﷺ جنگ تبوک سے واپس ہوئے تو منافقین نے ایک تنگ گھاٹی سے گزرتے وقت آپ اور آپ کے صحابہ پر حملہ کا پروگرام بنایا۔ چنانچہ یہ لوگ ایک جگہ چھپ کر اور اپنے چہروں کو چھپا کر بیٹھ گئے۔ جب صحابہ کا وہاں سے گزر ہوا تو حضرت

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عمارؓ اور حذیفہؓ کو انہوں نے گھیر لیا۔ حضرت عمارؓ کو تو انہوں نے قابو کر لیا لیکن حضرت حذیفہؓ کی شجاعت کام آئی اور اس طرح سے یہ سازش ناکام ہو گئی۔ نبی ﷺ کو جب اطلاع ملی تو آپ (ﷺ) نے اس سلسلہ میں بارہ آدمیوں سے پوچھ گچھ کی لیکن وہ حلف کے ساتھ انکار کر گئے۔ اس پر یہ آیت اتری:-

يَخْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ الْآيَةُ

”یعنی منافقین اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے فلاں بات نہیں کہی۔ حالانکہ یقیناً انہوں نے کفر کے کلمات کہے اور اسلام لانے کے بعد کفر کیا اور ایسی سازش تیار کی جس میں وہ ناکام ہوئے اور یہ (سب کچھ) انہوں نے اس بات کا انتقام لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اللہ کے فضل سے (مال سے) انہیں غنی بنا دیا۔“

منافقین کا مومنین سے اس قسم کا برتاؤ قرآن مجید کے کئی دیگر آیات سے بھی ثابت ہے لیکن اختصار کی غرض سے ہم ان کا ذکر ضروری نہیں سمجھتے۔

اس آیت میں مال دیکر غنی کرنے کا جو ذکر آیا ہے اس سے اس طرف اشارہ ہے، کہ نبی اکرم ﷺ غرباء کو اللہ کے دیئے ہوئے مال سے دے کر خوشحال بنایا کرتے تھے۔ جن میں سے بیشتر منافقین اور کمزور ایمان والے لوگ بھی ہوتے تھے۔

اسی سازش کا ایک خاص سرغنہ جلاس نامی ایک شخص (جو بعد میں مجھ اللہ پاک سچا مسلمان ہو گیا تھا) خصوصی طور پر رسول اللہ ﷺ کا ممنون کرم تھا کہ آپ نے ایک بار اس کا ایک بڑا قرضہ اتار دیا تھا۔ اس بہت بڑے احسان کا بدلہ اس نے یہ دیا کہ نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ کے خلاف سازش کی۔ اس پر یہ اللہ تعالیٰ نے طنز لطیف سے ان منافقین کی کمینہ فطرت کا بیان فرمایا کہ انہوں نے یہ سازش کر کے گویا اس بات کا انتقام لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے انہیں خوش حال بنایا کیونکہ یہ مال اللہ تعالیٰ کا تھا اور تقسیم رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا اس لئے اُغْنٰی (غنی بنانے) کے مجموعی فعل کو دونوں کی طرف نسبت کیا۔ اس بات کی وضاحت نبی اکرم ﷺ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جسے آپ نے مالِ غنیمت تقسیم کرتے ہوئے فرمایا تھا:-

إِنَّمَا أَنَا قَائِمٌ وَأَلَّهِ يُعْطِي

یعنی میں تو صرف تقسیم کنندہ ہوں، دینے والا تو اللہ ہی ہے۔

یہی وہ ہے کہ اس آیت میں لفظ ”مِنْ فَضْلِهِمَا“ کی بجائے ”مِنْ فَضْلِهِ“ آیا ہے کیونکہ یہ کام یعنی غنی بنانا صرف اللہ کا فضل ہے نہ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ دونوں کا۔

حاصل یہ ہے کہ اس آیت کے شان نزول اور سیاق و سباق سے یہ بات واضح ہے کہ مالک رزاق صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔ دوسروں کی طرف رزق وغیرہ کی نسبت ہمارے عادی معاملات کے اعتبار سے تو درست ہے جیسا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف قاسم ہونے کی وجہ سے کی گئی ہے۔ لیکن رازق حقیقی یا غیر عادی لین دین کا مختار سمجھتے ہوئے کسی کی طرف اس کی نسبت درست نہیں بلکہ یہ شرک ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہی چیز اب میں قرآن کریم کی دیگر آیات اور احادیثِ نبویہ سے پیش کر کے اس مسئلہ کی وضاحت کرتا ہوں۔

خالق غنی ہے اور مخلوق محتاج:

جب یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ مطلق خالق اللہ تعالیٰ ہیں اور کل کائنات مخلوق۔ جس میں کل انبیاء شہداء، صالحین اور اولیاء اللہ حتیٰ کہ سب کے سردار نبی حضرت محمد ﷺ بھی داخل ہیں اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ اپنے وجود کے لئے اللہ کا محتاج اپنے رزق و بقا کے لئے بھی اسی کا محتاج ہے اور رہے گا تو یہ بات بڑی عجیب ہے کہ جو خود محتاج ہو وہ دوسروں کی محتاجی کیسے دور کرے گا؟

یہی وجہ ہے کہ غنی اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنی (صفاتی ناموں) سے ہے اور اس معنی میں اس کا اطلاق کسی پر جائز نہیں حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ کے صفاتی ناموں میں بھی غنی کا ذکر کہیں نہیں آیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ

اے انسانوں! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ غنی حمید ہے۔ (الفاطر: ۱۵)

دوسری جگہ فرمایا:

وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اللَّهُ غَنِيٌّ هُوَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ (محمد: ۳۸)

دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ غنی صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔ باقی سب محتاج۔ نیز کسی کا خالق و رازق ہونا آپس میں لازم و ملزوم ہے۔ جو خالق ہو گا وہی رازق ہو گا اور جو رازق ہو گا وہی خالق اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کے تو کفار بھی قائل تھے لیکن رزق کی نسبت وہ دوسروں کی طرف بھی کرتے تھے جس کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:-

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (الفاطر: ۳)

کیا اللہ کے سوا بھی کوئی خالق ہے جو زمین و آسمان سے تمہیں رزق دے؟

یعنی خالق وہی ہو سکتا ہے جو رازق ہو۔ اور جب اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں تو کوئی رازق کیسے ہو سکتا ہے؟

انبیاء بھی اللہ کے محتاج ہیں:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ جلیل القدر انبیاء کی محتاجی کا ذکر کیا ہے۔ جن میں سے بعض جگہ ان کا اپنا اقرار بھی نقل فرمایا ہے۔ بطور نمونہ مشے از خردارے چند انبیاء کا ذکر ملاحظہ فرمائیں۔

1. حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کے رزاقیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِي (الشعراء: ۷۹)

وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ یعنی کھانے پینے کے معاملہ میں وہ اللہ ہی کے محتاج تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

2. حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حضرت شعیب کی بکریوں کو پانی پلاتے تھے اور تھک کر ایک درخت کے سایہ میں آرام کے لئے بیٹھ جاتے ہیں تو بھوک پیاس سے نڈھال ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔

رَبِّ اِنِّیْ اَنْزَلْتُ اِلَیَّ مِنْ خَیْرِ فَقِیْرٌ (القص: ۲۴)

اے میرے پروردگار! جو خیر تو میرے لئے اتارے میں اس کا محتاج ہوں۔

3. حضرت سلیمان علیہ السلام اسی بات کے قائل تھے کہ مال و دولت اللہ کی طرف سے ہے اور باقی سب محتاج ہیں۔ اسی لئے جب ملکہ سبا (بلقیس) نے انہیں تحائف سے مرہون منت کرنا چاہا تا آپ نے وہ سب کچھ یہ کہہ کر واپس کر دیا:

اَتُمَدُّوْنَ بِمَالٍ فَمَا اَتٰنِیَ اللّٰهُ خَیْرًا مِّمَّا اَتٰکُمْ (النمل: ۳۶)

تم میری مالی امداد کے خواہاں ہو۔ جب کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر دیا ہے، جو اس نے تمہیں دیا ہے۔

اس میں اپنی محتاجی کے ساتھ ان کی محتاجی کا بھی ذکر کر دیا اور فرمایا ”مجھے دینے والا بھی وہی ہے اور تمہیں دینے والا بھی وہی۔“

4. حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ان سے مانده (دستر خوان) کا سوال کرتے ہوئے کہا:

هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُنْزِلَ عَلَیْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ

کیا تیرا رب ہمارے لئے آسمان سے دسترخوان اتار سکتا ہے؟ (المانده: ۱۱۲)

تو آپ نے جواب میں فرمایا:

اَتَقُوْا اللّٰهَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (ایضاً)

ایسی بات کہتے ہوئے ڈرو، اگر تم میں ایمان ہے۔

پھر جب انہوں نے اصرار کیا تو اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کی اور کہا:

اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ

اے اللہ! ہم پر اپنے پاس دسترخوان اتار دے۔

یعنی خود مانگا تو اللہ سے مانگا لیکن جب شروع میں حواریوں نے ان سے ایک غیر عادی چیز کا مطالبہ کیا تو انہیں ڈرایا کہ اس قسم کی چیزوں کے مطالبے اس لئے نہ کرو کہ اس کے بغیر تمہیں اللہ تعالیٰ کی رزاقیت و مالکیت کا اقرار نہیں۔

سابقہ انبیاء کی اس تعلیم و کردار کا ذکر قرآن کریم میں اس کثرت سے ملتا ہے کہ اس سے سینکڑوں صفحات پر مشتمل کتب تیار کی جاسکتی ہیں۔ لیکن یہاں احاطہ مقصود نہیں۔ اس لئے انہی چند ایک مثالوں پر اکتفاء کرتا ہوں۔ (باقی آئندہ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

رحلہ علم

تخصیص و اضافہ: ادارہ

قسط نمبر 1

مولانا ثناء اللہ صاحب بلتستانی

لغوی تشریح:

لفظ ”رحلت“ رَجَلَ - يَرْجُلُ رَجْلًا - تَرَجَّالًا - رَحَلَةً سے ہے جس کا مادہ ر، ج، ل یعنی رَحَلَ ہے جس کے معنی سفر اور کوچ کرنے کے ہیں، جب اس کا صلہ ”عن“ آئے تو معنی کسی جگہ سے روانہ ہونے، کوچ کرنے، چلے جانے، ترک وطن کرنے، ہجرت کرنے اور نقل مکانی کے ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں اس لفظ ”رحلت“ کا استعمال عموماً ”موت“ کے معنی میں ہوتا ہے، یعنی دنیا سے آخرت کی طرف کوچ کرنا۔ اردو میں اس لفظ کا خاص معنی میں استعمال دوسرے بہت سے عربی الفاظ کی مانند ہے۔ مثلاً ”انتقال“ عربی میں صرف ”ایک حالت سے دوسری حالت میں جانے“ کے لئے ہے لیکن اردو میں موت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح لفظ ”وفات“ عربی میں ”پورے ادا کرنے“ کے معنی میں ہے لیکن اردو اور فارسی میں ”جاں بحق“ آفرین کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

اصطلاحی معنی:

محدثین کی اصطلاح میں لفظ ”رحلت“ رحلہ علم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور وہ اس سے وہ سفر مراد لیتے ہیں جو حصول علم کی خاطر کیا جائے۔ ان کے ہاں سند عالی کی تلاش، علمی مقامات کی جستجو اور علوم و فنون کی طلب کے لئے سب سفر ”رحلت“ ہیں۔ وہ ”رحلہ“ اس عالم ربانی کو کہتے ہیں جس کے پاس اخذ علم کے لئے اطراف، اکناف سے علم کے پیاسے حاضر ہوں۔

رحلہ کا مقام:

لفظ ”رحلت“ میں ایک عالم کی عجیب و غریب داستانیں، دل سوز حکایتیں اور نصیحت آموز لعل و گوہر پنہاں ہیں، گویا اس میں اسلامی تاریخ کا ایک عظیم باب مضمر ہے۔ یہ لفظ بذات خود کوئی باعث کشش و برکت نہیں لیکن اس کا جلال و جمال، تقدس و توقیر اس مبارک گروہ محدثین کے مقدس مشن کا پرین منت ہے جن کی وجہ سے یہ مقبول خلافت ہوا۔

بدو گفتم گل ناچیزے بودم و لیکن مدتے باگل نشستم

خیر القرون اور ان کے مابعد اسلامی ترقی و کمال کے ادوار میں علوم دینیہ سے عام مسلمانوں کو خاص شغف تھا۔ ان کا حصول علم کے لئے ولولہ و شغف، اس سے دل چسپی بلکہ شیفگی جنون کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ کیا حاکم اور کیا محکوم! کیا ادنیٰ اور کیا اعلیٰ سب امیر و غریب اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے علاقوں کے علاقے چھان مارتے۔ کتنی بھی دور انہیں کسی چیز کے مل جانے کی امید ہوتی جا پہنچتے اور اس سلسلہ میں بڑے سے بڑے مصائب و مشکلات کو خندہ پیشانی سے قبول کرتے۔ اس دور میں یہ مقولے زبان زد عام تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کلمۃ الحکمة ضالۃ المؤمن اینما وجدھا فهو لها

علم و حکمت کی بات مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں اس پائے پکڑ لیتا ہے۔

لوگوں کے اسی شوق و ذوق کو دیکھتے ہوئے بعض ناعاقبت اندیش لوگوں نے نبی ﷺ کی طرف نسبت کر کے ”اطلبوا العلم ولو بالصین“ (علم حاصل کرو خواہ چین میں ہو) جیسے مقولے بھی مشہور کر دیئے۔ غرض اس ظرف میں تشنگانِ علم و ہدایت کے لئے آبِ شفاف اور تریاقِ عراق موجود ہے۔ اس کی جتنی بھی تاریخ دیکھیں اتنے ہی عجیب و غریب انکشافات ہوتے ہیں۔ خدا غریقِ رحمت کرے۔ ان بزرگانِ دین و ملت کو جن کے بلند گفتار و کردار اور ولولہ و شوق سے سفر جیسا کٹھن امر جس کے متعلق کہا جاتا ہے **السفر سقر ولو کان میلًا مرجع مرجع الخلاق بنا**۔

یہ تو ان لوگوں کا حال تھا جو علومِ نبوت کی تلاش میں سرگرداں ہوئے لیکن خود وہ انبیاء جن کے علم و رشد کے یہ لوگ وارث ہوئے، بھی تلاشِ علم میں حکمِ ربانی سے دور دراز کے سفر کرتے رہے۔ گویا یہ رحلہ علم اسوۂ انبیاء بھی ہے۔ اس سے اس لفظ کی شان اور اس سفر کا مقام کتنا بلند ہو جاتا ہے اور ہمارے لئے دستور العمل کا ایک زریں باب کھولتا ہے۔ مگر افسوس! اس غربتِ اسلام کے زمانہ میں جہاں اس لفظ کے اندر کوئی چاشنی نہیں رہی وہاں سفرِ علم کے لئے مسلمانوں میں کوئی حرکت نہیں رہی جس کا نتیجہ دن بدن مسلمانوں کی پستی و ادبار ہے۔ اسی کے نتیجہ میں آج مسلمان ہر جگہ اپنی سیادت و قیادت سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔

رحلہ انبیائے کرام:

1. رحلہ انبیاء کے سلسلہ میں سب سے پہلے میں ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتا ہوں، جن کو اللہ تعالیٰ نے پہلے تو ایک چٹان پر کھڑا کر کے زمین و آسمان کی بادشاہی کی سیر کرائی جو گویا ایک خاص طویل ذہنی سفر ہے جس کو قرآن مجید نے یوں بیان کیا ہے:

وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونُ مِنَ الْمُوقِنِينَ (الانعام: ۷۶ تا ۷۹)

ہم ابراہیم کو زمین و آسمانوں کی بادشاہی دکھاتے رہے تاکہ وہ یقین کرنے والوں سے ہو جائے۔

پھر خانہ کعبہ کی تعمیر اور احکام حج سکھانے کے لئے ابراہیم اور ان کی ام الولد حضرت ہاجرہ کو بمعہ لکت جگر اسماعیل کے دور دراز کا سفر کرایا۔ اس طرح سے اقامتِ دین کے لئے ہجرت ہوئی پھر وہاں جب ابراہیم اور حضرت اسماعیل اللہ کے گھر کی تعمیر مکمل کر چکے تو دونوں نے اللہ سے مناسک حج سیکھنے کی درخواست کی۔ جس کو قرآن مجید **وَأَرْنَاهُمَا سَكَنًا** (اے اللہ ہمیں احکام حج سکھا) کے الفاظ سے بیان کرتا ہے۔ انہی کی عملی تعلیم کے لئے پھر انہیں کم از کم سترہ اٹھارہ میل کا سفر کرنا پڑا۔ کیونکہ حج کے لئے مقاماتِ حج کے درمیان اتنا فاصلہ طے کرنا ہی پڑتا ہے۔

2. حضرت ابراہیمؑ کے بعد بنی اسرائیل کے جلیل القدر نبی حضرت موسیٰؑ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پہلے تو بظاہر فرعون سے نجات اور جان کے خوف کی وجہ سے لمبا چوڑا سفر کرایا جو درحقیقت نبوت کے حصول کا سفر تھا اور اسی کے نتیجہ میں بدین سے واپسی پر راستہ میں پہاڑ طور پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نبوت ملی پھر ان سے حصولِ علم کے قصد و ارادہ سے دوبارہ سفر کرایا اور طور پر بلا کر کتابِ شریعت ”تورات“ عطا فرمائی۔ اس موقع پر آپ کے ساتھ ستر ساتھیوں نے بھی سفر کیا جس کا ذکر قرآن مجید میں تفصیل سے موجود ہے۔ پھر جب موسیٰ کی زبان سے ایسے کلمے نکل گئے جو اللہ کو پسند نہ تھے تو عملی تربیت کے لئے بحرین تک کا سفر کرایا جس میں آپ کی ملاقات اللہ کے بندے خضر سے ہوئی۔ اس موقع پر آپ کے ساتھ، یوشع بن نون بھی تھے۔ اس سفر میں اگرچہ بالآخر آپ کو خضر نے ان پر ان کن افعال کے اسباب بھی بتا دیئے جن پر آپ صبر و سکوت نہ اختیار کر سکے لیکن اس سفر میں علمی اضافہ سے زیادہ عملی تربیت ہوئی۔ جس سے آپ کے جوش و خروش میں اعتدال پیدا ہوا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ آپ جابر نبی تھے۔ اسی جوشِ طبع کی بنا پر آپ سے قبل از نبوت ایک قبیلہ بھی قتل ہو گیا تھا۔ اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کا تزکیہ نفس کیا تا کہ یہ تزکیہ منصبِ نبوت کو جلا بخشنے۔

3. حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کے ذکر کے بعد میں سید المرسلین امام المتقین حضرت محمد ﷺ کے رحلاتِ علم کا ذکر کرتا ہوں۔ آپ ﷺ جس طرح حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ دونوں کے صفات و کمالات کا مجموعہ تھے۔ اسی طرح آپ نے دونوں طرح کے وہ علمی سفر کیے جن کا ہر ایک الگ الگ ابراہیم اور موسیٰ نے کیا تھا۔ یعنی ایک حضرت ابراہیم کی ہجرت اور دوسرا حضرت موسیٰ کا اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لئے کوہ طور کا سفر جس میں آپ نے بالمشافہ اللہ سے کلام کی۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے دادا حضرت ابراہیم (نیز اپنے والد حضرت اسماعیل) کے اسوہ کے طور پر مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کی طرح اپنے حبیب ﷺ کو بھی ملاقات کے لئے معراج پر بلایا اور بالمشافہ شرفِ کلام بخشا اور عماد الدین نماز و دیعت فرمائی۔ (باقی آئندہ)

مسئلہ سماع

قسط نمبر 1

جناب مولانا عزیز زبیدی

شمارہ مارچ ۷۲ء میں ہم نے مولانا عزیز زبیدی صاحب کا ایک مضمون بعنوان ”سماع، امام نابلسی کا نقطہ نظر“ شائع کیا تھا جس میں زبیدی صاحب موصوف نے مجوزین سماع میں سے امام نابلسی کی ایک تصنیف ”ایضاح الدلالات فی سماع الآلات“ کے ایک اہم حصہ کی تلخیص پیش کر کے ان کا نقطہ نظر واضح کیا تھا۔ ہم نے اس مسئلہ پر تفصیلی بحث اور صحیح نقطہ نظر بالادلائل پیش کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ لہذا حالیہ اشاعت میں ہم مولانا عزیز زبیدی صاحب ہی کے قلم سے اس مسئلہ پر ایک تفصیلی مضمون ہدیہ قارئین کر رہے ہیں جس میں انہوں نے اس مسئلہ میں جملہ مغالطے اور مخالفین کے دلائل سامنے رکھتے ہوئے مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے جس سے جملہ شکوک و شبہات رفع ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ (ادارہ)

سماع خاص ایک صوفیانہ اصطلاح ہے مگر افسوس! ثقافتی قسم کے لوگوں نے اس کو متداول موسیقی کا مترادف قرار دے ڈالا ہے۔ اسی طرح ”غنا“ بھی حدیث کی خاص ایک زبان ہے لیکن یار دوستوں نے اسے بھی ”نور جہاں کا ترنم“ تصور کر لیا ہے۔

دف کا استعمال، زیادہ سے زیادہ ایک حد جواز جہاں تک کوئی شخص جاسکتا ہے لیکن بلا نوش اُلٹے، انہوں نے اس کو اسی سلسلہ کا نقطہ آغاز قرار دے کر زیادہ سے زیادہ اور حدود فراموش حد کے لئے اس کو وجہ جواز بنایا اور پھر اس پر نظام موسیقی کی وہ ساری عمارت کھڑی کر ڈالی جو ان کی اڑھ ترنگوں کی مست پیٹنگوں کے لئے بے خدام اور مست الست سرمستیوں کی ضمانت دے سکتی ہے۔ بعض خام صوفیوں کے وجد کور قص اور ان کی قوالی کو ”نمان سینی راگ و رنگ“ کا شرعی ماخذ تصور کر کے لوگوں کے لئے انہوں نے مغالطے مہیا کیے۔ یہ مغالطے کسی علمی اور تحقیقی پس منظر کا حاصل نہیں ہیں بلکہ یہ سبھی کچھ نام نہاد فنون لطیفہ کے کثیف وارثوں اور شاطر ثقافتیوں نے عمد اپید کیے ہیں۔

یہ وہ گھپلا اور غیر سنجیدہ دھاندلی ہے، جس نے ہمیں اس موضوع پر قلم اٹھانے پر مجبور کیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ جو عیاشی کرنا چاہتے ہیں وہ کم از کم اپنے گناہ کی شرم رکھنے کے لئے قرآن و حدیث کو استعمال کرنے سے گریز کریں۔ یہ کیا ضروری ہے کہ جو بھی گناہ کیا جائے اس کے لئے کوئی نہ کوئی شرعی معذرت ضرور ہی ایجاد کی بجائے ویسے بھی ایسا کرنے سے کسی شے کی ماہیت نہیں بدل جایا کرتی۔ کتنی ہی لپیا پوتی کی جائے، بہر حال نہاں خانوں میں جو کچھ ہوتا ہے۔ اس سے اس کی واقعی حیثیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اس لئے بہتر ہے کہ وہ بزدلی کے بجائے جرأت سے کام لیں۔ اگر مسرفانہ عیاشی ضرور ہی کرنی ہے تو گھونگھٹ کیوں؟ آخر اور بھی بہت سی ایسی دھاندلیاں ہیں جن کے اختیار کرنے میں آپ اس قسم کے تکلفات کا سہارا لینے کا تکلف نہیں کیا کرتے، یہاں پر بھی اگر آپ اپنے اس اصول اور تعامل کو ملحوظ رکھیں گے تو یقین کیجئے! آپ پر آسمان نہیں ٹوٹ پڑے گا۔ ہمیں خاص کر ان اداروں سے زیادہ گلہ ہے جو اسلام کے نام پر ”تحقیقی مرکز“ کی حیثیت سے وجود میں آئے ہیں اور ان میں ”مولانا“ قسم کے بڑے بڑے جفاکاری بھی بر اجماع ہیں۔ انہیں بہر حال ان دنیاویوں کی ضیافت طبع کے لئے یہ مصنوعی دین یہاں مہیا نہیں کرنا چاہئے۔ خواہ اس کے عوض کتنا ہی ان کو معاوضہ ہاتھ آئے۔ یہ خدا کی نگاہ میں **ثَمَنًا قَلِيلًا** سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے لیکن اس کا انجام ”خواری بسار“ سے بھی بڑھ کر ہو گا۔ العیاذ باللہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کلام موزوں، لحن حسین اور اردہ خیر کے ساتھ سننے کا نام ”سماع“ ہے۔ یہ خاص صوفیوں کی اصطلاح ہے۔ کلام موزوں اور لحن حسین کی حد تک تو اہل دیں کے ایک طائفہ کے ساتھ مست اور رنگیلے شاہ بھی متفق نظر آتے ہیں۔ لیکن اگلے مرحلہ یعنی ”اردہ خیر“ کی قید میں دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہو گئے ہیں۔ مگر ہمیں صوفیاء سے بھی اس مرحلہ میں اختلاف ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک سادہ تفریح کی حد تک تو ٹھیک ہے لیکن اس کو ”تقرب“ کا ذریعہ سمجھنا غلط ہے۔ مزید تفصیل آئندہ سطور میں آئے گی۔ انشاء اللہ۔

سماع اور اہل سماع کی چند قسمیں ہیں۔ ان کی تفصیل کے بعد قرآن و حدیث اور اکابر ائمہ کے فتاویٰ کی روشنی میں ہم اپنا نقطہ نظر بیان کریں گے۔

سماع کی قسمیں:

1. مزامیر وغیرہ کے بغیر خوش الحانی کے ساتھ ”کلام“ کا سننا۔ کلام منظوم ہو یا غیر منظوم۔
2. آلات کے ساتھ اس کا سننا۔
3. خوش الحانی کا ایک انداز عجیب ہے، دوسرا غیر عجیب۔ عجیب میں موسیقی کی فی تراکتوں کی پابندی ضروری ہوتی ہے اور ان کا زیادہ تر تعلق تعیش یا وہم پرستانہ سرمستی کے ساتھ ہوتا ہے۔

اہل سماع کی صرف دو (۲) قسمیں ہیں:

1. ایک وہ ہیں جو اپنے روحانی داعیہ کی تسکین یا نشوونما کے لئے ایسا کرتے ہیں۔
 2. دوسرے وہ ہیں جو صرف
- بابرہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست
کے مصداق داد عیش دیتے ہیں یا وقت پاس کیا کرتے ہیں۔

بے ضرر سماع:

بے ضرر سماع سے ہماری مراد ایسا سماع ہے جو آلاتِ لہو سے پاک ہو اور غیر عجیب لے میں صرف سادہ خوش الحانی کے ساتھ قرآن حکیم یا حسانی قسم کے کلام معنی خیز کا صرف تفریح اور زوق کی تسکین کے لئے سننا ہے۔

ہمارے نزدیک گاہے بہ گاہے اور بغیر کسی خصوصی اہتمام اور شدّ حال کے سن لینا کچھ برا نہیں۔ کیونکہ بقول بعض اکابر:

”سماع و غنا بذات خود مباح ہے۔ اس وجہ سے کہ اس کی اصل عمدہ آواز کا سننا ہے اور اصل کے اعتبار سے سامعہ کو عمدہ آواز کے سننے کی اجازت ہے جس طرح کہ باصرہ کو رنگ برنگ کی چیزیں، اچھی اچھی صورتیں دیکھنے کی اور باغ و گلزار میں سیر و تفریح کی اجازت ہے۔“

(مکتوبات محدث دہلوی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اصل ماہ النزاع وہ سماع ہے جو تقرب کی نیت سے کیا جاتا ہے یا جو عیش و نشاط کی ضیافت طبع کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ دونوں شرعی لحاظ سے حرام اور ناجائز ہیں۔

صفیانہ سرمستی کے لئے سماع:

صوفیانہ سرمستی کے لئے سماع کی باتیں، دراصل روحانیت نہیں ہیں، روحانیت کا ایک واہمہ ہے اور یہ تصور عجم کے اللہ زار روحانیت کی دیانتدارانہ نقالی اور سرقت ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک یہ ساز اور راگ معراج مازاغ کے سامان نہیں ہیں، بلکہ بت شکن حنیف کی نگاہ بے نیاز کے انتشار اور پریشاں نظری کا نتیجہ ہیں۔

اسلام کی پوری تاریخ شاہد ہے کہ خوش الحانی، گودل کو خوش لگتی ہے اور صرف اس حد تک گوارا بھی کی جاسکتی ہے لیکن اس کا دور دور تک کوئی اتہ پتہ نہیں ملتا کہ قرب الہی کے لئے یہ کوئی شرعی ذریعہ بھی ہے۔ ہاں قوم ہندو، ملت عیسائیہ اور ان کی ہم مشرب دوسری قوموں میں ”قرب و وصال“ کی منازل طے کرنے اور اتار کی توجہ کے حصول کے لئے اس کو موثر ذریعہ ضرور قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے ان کی پوجا پاٹ کے جتنے انداز ہیں سب میں بنسری کی تانوں، ناقوس کی صداؤں اور سرتال کی سریلی دھنوں اور رقص و سرود کی مختلف النوع نواؤں کو جزو لاینفک کی حیثیت حاصل ہے اور رہی ہے۔

”توریت میں ہے کہ یہود خدا کی تسبیح و تقدیس رقص ہی کے ذریعے کرتے تھے۔۔۔۔

ارسطو نے اس کو فنون لطیفہ میں شمار کیا۔ اس کے نزدیک شعر اور رقص دونوں مساوی درجہ رکھتے ہیں، اہل سپارٹا اپنے بچوں کو 5 سال کی عمر میں رقص سکھانے لگتے ہیں۔ عموماً لڑکوں کے باپ اور استاد گاتے تھے اور وہ خود ناچتے تھے۔“

(مقالہ تاریخ رقص از لطیف الدین لطیف۔ مطبوعہ محدث جلد اعداد ۱۱)

وہم پرستانہ روحانیت کے نام پر گانوں باجوں کی تقدیس کا یہ تصور بالخصوص قوم یہود میں کافی تھا۔ اس لئے اس سلسلہ میں انہوں نے عجیب سی گپیں ہانکی ہیں۔ چنانچہ یہودی روایات کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

”حضرت داؤد علیہ السلام بڑے خوش الحان تھے اور (العیاذ باللہ) موسیقی کے ماہر تھے۔

بابل اور مصری مزامیر کو ترقی دے کر نئی نئی ایجادیں کی تھیں۔ موجودہ زبور بھی گیتوں کا مجموعہ ہے جسے آپ بربط کے ساتھ گاتے تو کائنات پر نورانی نغموں کی بارش ہوتی۔“

یہ پیرا اگر ان منکرین حدیث کے اس بڑے جفا داری نے نقل کیا ہے، جو احادیث پاک میں کیڑے ڈالتے رہتے ہیں لیکن یہاں پر اسے نقل کر کے بڑی حکمت عملی سے چپ چاپ گزر گئے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

روح حیوانی یا روحانی:

ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ سرود، وہ سرودِ ازلی ہیں جو صدائے ”اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ“ کی صدائے بازگشت محسوس ہوتے ہیں جو روحانیت کے لئے اپنے اندر قدرتی کشش رکھتے ہیں کہ:

”ان کے انگ انگ سے ”قالوا بلی قالوا بلی“ کی سرمستی وجد کرنے لگتی ہے اور ان کی روحانی ملکوتیت بیدار ہو جاتی ہے اور وہ ”حق حق“ بولا ٹھتی ہے۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ جب اللہ وحی سے کلام کرتا ہے تو آسمانوں کے کانوں میں بھی اس کی بھنک پڑ جاتی ہے (چونکہ اس میں جلال و جمال اپنی پوری شان میں جلوہ گر ہوتے ہیں اس لئے ملائکہ پر ایک سکتہ ساطاری ہو جاتا ہے۔)

فاذا فرغ عن قلوبہم وسکن الصوت عرفوا انه الحق ونادوا ما ز اقال ربکم قالوا الحق الحدیث (بخاری باب قول الله ولا تنفع الشفاعة)

تو جب ان کے دلوں سے سکتہ کی کیفیت کافور ہو جاتی ہے اور وہ (بے کیف) آواز تھم جاتی ہے (تو) وہ پہچان لیتے ہیں کہ یہ حق ہے اور (لپک کر) محبوبِ برحق کا ارشاد پوچھتے ہوئے (آوازیں دینے لگ جاتے ہیں کہ) اوفو! بتاؤ بھی تمہارے رب نے کیا فرمایا آواز آتی ہے، حق فرمایا۔ بعض روایات میں آتا ہے:

اذا قضی الله الامر فی السماء ضرب الملائكة باجنحتہا ففضعنا لقلوبہ کا نہ سلسلہ علی صفوان

جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کوئی امر طے فرماتے ہیں تو فرشتے وفادارانہ اپنے پر مارنے لگتے ہیں جیسے زنجیر صاف پتھر پر۔ کیا خوش الحانی اور مزامیر کی یہ جھنکاریں اسی قسم کی نوائے ازلی کے لئے مضرب کا کام دیتی ہیں اور ان ارضی فرشتہ صورتوں کی نفسیات بھی کچھ اس قسم کی نفسیات اور قلب و نگاہ کی بے تابانہ تحریکات بھی کچھ اس طرح وجد میں آ جاتی ہیں؟

یہ کہ یہ مادی جھنکاریں، روح حیوانی کے لئے خوراک بنتی ہیں اور انہی حیوانی تقاضوں کے لئے مہمیز کا کام دیتی ہیں؟ یہ ایک ایسا سوال ہے کہ اگر اس کا دیانتدارانہ جواب معلوم ہو جائے تو بات کے سمجھنے میں کچھ زیادہ دیر نہیں لگ سکتی۔

ہمارے نزدیک اس کے جواب کے سمجھنے کے لئے سماع (معہ لوازمات) کی تخلیقات کا مطالعہ کیا جائے، کہ اس کے ذریعے، روحانیت کا پلہ بھاری رہا ہے یا بہیمیت کا؟ اس لحاظ سے جواب بالکل واضح ہے کہ اس سے نفس و طاغوت کی امنگیں ہی مچلی ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ توجہ الی اللہ اور طلبِ حق کی تحریک کو بھی اس سے کوئی فائدہ پہنچا؟ زبانی کلامی تو کہہ دینا شاید آسان ہو لیکن واقعات کی رو سے جواب بالکل نفی ہے۔

اس کے علاوہ انبیاء سابقین سے لے کے خاتم النبیین ﷺ کے تزکیہ و طہارت کی تاریخ میں ایک نبی اور ہادی کا یہ دستور نظر نہیں آیا کہ انہوں نے معصیت کا زنگار دھونے، ملکوتیت کی نشوونما اور قرب و وصال کی منزلیں طے کرنے کے لئے نظامِ سماع اور سامعہ نواز موسیقی کو نسخہ شفا سمجھا ہوا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کوئی ایسا خانقاہی نظام قائم کیا ہو جہاں طبلے کی تھاپ پر کسی مغنی کے بولوں سے تزکیہ و طہارت کی خدمات لی گئی ہوں؟ اگر نہیں کیا گیا اور یقیناً نہیں کیا گیا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس سے روحانیت کا ایسا یا اس کی تقویت کا تصور لینا اسلام نہیں، سراپا عجمی ہے۔

جب ہم طب کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں بھی یہ صاف ملتا ہے کہ جنسی کمزوریوں کے علاج کے لئے سماع اور غنا سے کام لیا جاسکتا ہے۔ اور لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ دورِ حاضر میں اس موسیقی نے جتنے ہیر رانجھے اور سسی پنوں تیار کئے ہیں، اور نئی نسل کو اس نے جس طرح گمراہ کیا ہے، وہ اب کوئی راز نہیں رہا۔ اس کے بعد بھی اس کو کوئی شخص ”روحانیت“ کی ترقی کا زینہ تصور کرتا ہے تو اسے اس کی اپنی ذاتی کرامت ہی کہیں گے، ورنہ بات کہنے کی نہیں ہے۔

غلط استدلال:

کچھ لوگ سماع اور غنا کے جواز اور روحانی سرمدیت کے لئے ایسی باتوں سے استدلال کرتے ہیں، جن کو پڑھ کر ان پر ترس ہی آتا ہے۔ مثلاً یہ کہ:

”حضرت داؤد علیہ السلام بڑے خوش الحان تھے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے (باب حسن الصوت بالقراءة) تو ہمارے نزدیک حسن صوت (خوبصورت آواز) کوئی گناہ نہیں۔ نہ ہی ہم یہ کہتے ہیں کہ ایسے گلے کو کھرچ کر بالکل بیکار کر دنا چاہئے بلکہ یہ ہے کہ قوم ہنود اور یہود کی طرح اس کو جزو عبادت نہ بنالیا جائے کیونکہ خوش الحان ہونا اور شے ہے اور اس کو عبادت تصور کرنا بالکل الگ بات ہے۔

ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ چونکہ خوش الحانی کے ساتھ تلاوت کرنے کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پسند کیا ہے۔ لہذا ”سماع“ جائز ہے۔ دراصل یہ بھی ایک مغالطہ ہے۔ کیونکہ ہم بھی اس کو ناجائز نہیں کہتے بلکہ جائز سے بڑھ کر مستحسن سمجھتے ہیں، کیونکہ تلاوتِ کلامِ پاک ہو اور خوبصورت لے اور جاذبِ خوش آوازی کے ساتھ ہو؟ تو وہ سونے پر سہاگہ والی بات ہوتی ہے۔ صحابہ میں حضرت عقبہ بن عامرؓ (ف ۵۸ھ) حضرت طلق بن علی یمامی اور حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ (ف ۵۲ھ) بڑے خوش الحان تھے، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حضرت عقبہ یمامی سے قرآن سننے کو کہا، چنانچہ وہ پڑھتے رہے اور حضرت عمرؓ روتے رہے، اسی طرح ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ سے بھی فرمایا:

ذکر نار بنا (عینی) ہمیں ہمارے رب کی یاد تازہ کراؤ۔

مقصود یہ تھا کہ خوش آواز سے قرآن سناؤ، کیونکہ اس طرح قرآن حمید کی تلاوت دل کو اچھی لگتی ہے۔ اس لئے خوش آواز سے پڑھنا دل پر مزید اثر کرتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد ہے کہ:

لَمَّا يَأْذِنُ اللَّهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ

اللہ تعالیٰ کسی چیز پر اتنی توجہ نہیں دیتا، جتنی توجہ رسول پاک ﷺ پر فرمائی جبکہ وہ خوبصورت آواز سے قرآن پڑھتے ہیں۔

لیکن اس خوش آوازی کو اس لحن اور غنا سے کوئی نسبت نہیں، جو عجمی ہے جس میں موسیقار اور قوال کی گلوکاری کا رنگ بھرا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اندازِ سماع اور غنا سے تلاوت کرنے کو آپ نے برامنیایا ہے:

اقرأوا القرآن بلحون العرب واصواتها وایاکم ولحون اهل العشق ولحون اهل الكتابین وسیجی قوم
یرجعون بالقرآن ترجیع الغناء والنوح لا یجاوزحنا جرهم مفتونة قلوبهم وقلوب الذین یعجبهم شأنهم
(مشکوٰۃ بحوالہ شعب الایمان ورزین)

قرآن کو عربی لے اور آواز سے پڑھا کرو۔ عشاق اور اہل کتاب کی لے اور لحن سے بچو میرے بعد ایک روہ آئے گا جو قرآن کو گانوں اور نوحہ کے
طرز پر بنا سنوار کر پڑھے گا۔ لیکن (حال ان کا یہ ہو گا کہ) قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے۔ اس طرح پڑھنے والوں کے اور ان لوگوں کے جو
ان کے اس طرز کے پڑھنے کو پسند کریں گے۔ دل فتنہ زدہ ہوں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حسن آواز تنہا کوئی کارِ ثواب نہیں، اصل غرض کلامِ پاک سے طبعی مناسبت کا حصول ہے۔ بشرطیکہ یہ ذریعہ بھی بجائے خود
فتنہ نہ ہو۔ یعنی گیت گانوں اور قوالوں کی دل آویز لے اور خوبصورت آواز میں قرآن بھی پڑھیں گے تو یہ خوش الحانی قرآن حکیم اور اس کی شان
قرآن کے لئے زہرِ قاتل ثابت ہوگی۔ باقی رہی یہ بات کہ خوبصورت آواز لے کی پہچان کیا ہے کہ یہ غیر عجیبی ہے؟ اس کے متعلق حضرت امام طہی
(فیہ) فرماتے ہیں:

وذلك بالترتیل وتحسین الصوت بالتلیین والتحزین (مرقات ص ۱۱، ۵)

یعنی ترتیل اور خوش آوازی کا مطلب فروتنی اور خشیت کے ساتھ پڑھنا ہے۔

اس کی تائید دارمی کی اس مرسل روایت سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے ”باب التغنی بالقرآن ج ۲، ص ۴۷۱ میں ضرت طاؤس سے روایت کی
ہے:

سئل النبی ﷺ ای الناس احسن صوتا للقرآن واحسن قراۃ قال من اذا سمعته یقرأ اريت انه یخشی الله
قال طاؤس وكان طلق كذلك (دارمی)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی نے پوچھا کہ حضور! قرآن کے سلسلہ میں لوگوں میں سب سے اچھی آواز اور سب سے اچھی قراءت کس کی
ہوتی ہے؟ فرمایا جب تو اسے پڑھتا ہوئے سنے تو تجھے یوں محسوس ہو کہ اس پر خشیتِ الہی طاری ہے۔ حضرت طاؤس فرماتے ہیں حضرت طلق کی یہی
کیفیت تھی۔

ان روایات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ سامع پر بھی خشیت اور گریہ جیسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے چنانچہ حضرت عمرؓ نے جب حضرت عقبہ
سے قرآن سنانے کو کہا تو ان سے قرأت سن کر رو پڑے تھے۔ خود یہی کیفیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی تھی۔ اور یہ ایک واقعہ ہے کہ قرأت کا
یہ انداز بڑا جاذب اور پُرکشش ہوتا ہے اور قرآنِ پاک کے سلسلہ میں یہی ”خوش الحانی“ مطلوب ہے۔

ان گزارشات سے غرض یہ ہے کہ لحنِ داؤدی ہو یا قرآنِ حکیم کے سلسلہ کی خوش الحانی؟ اس کو معروف معنوں میں سماع اور غنا سے کوئی تعلق

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نہیں اس لئے ان سے سماع اور غنا کے لئے استدلال صحیح نہیں ہے۔

دف کا استعمال:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض تقریبات کے سلسلہ میں دف کے استعمال کی اجازت دی ہے جس کے یہ معنی بنالیے گئے ہیں کہ ”لہذا سماع اور موسیقی جائز ہے۔“ ہمارے نزدیک یہ بھی غلط ہے کیونکہ دف کا یہ استعمال، اس سلسلہ کا نقطہ آغاز نہیں بلکہ اس سلسلہ کی یہ آخری حد اور کڑی ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعے تقریب ملاقات اور گنگنانے کی ایک بے ضرر سی سبیل پیدا ہو جاتی ہے جو بجائے خود پُر مسرت ماحول کا سماں پیدا کر دیتی ہے۔ اس کے استعمال سے مسرفانہ سرمستی اور عیاشانہ ترنگوں کی تخلیق کے امکانات کمزور رہتے ہیں۔ دف کی دنیا اتنی محدود ہوتی ہے کہ انسان حدود فراموش ہاؤ ہو اور ناؤ نوشی سے کافی درے اور پرے رہتا ہے۔ اس سے صرف سادہ سی تفریح اور بے ضرر سی ایک تقریب مسرت آسان ہو جاتی ہے اور جس امت کو ”کار جہاں کے بار امانت“ کی ذمہ داری کا مرحلہ درپیش ہو اس کو اپنی تھکن دور کرنے اور تازہ دم ہونے کے لئے اتنی سی ”تقریب شادی“ کافی ہوتی ہے۔ اس سے مزید کی توقع اور انتظار دراصل ملت اسلامیہ کی ذمہ داریوں سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔

حضرت حسانؓ سے ان کا کلام سننا سماع کے جواز کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عمل سے بھی استدلال کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے یا فلاں صحابیؓ نے فلاں فلاں سے شاعرانہ کلام سنا۔ اس لئے سماع اور غنا جائز ہے۔

در اصل یار لوگوں نے منکرین سماع کو ایک بد ذوق ٹولہ تصور کر لیا ہے، اس لئے وہ اس قسم کی مثالیں پیش کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ بات یہ نہیں ہے۔ حسن آواز جو مسنون لائون کا پابند ہے۔ ہمیں بھی پسند ہے، ہمارے دل کو اچھا لگتا ہے اور پہروں سنتے رہیں، تو دل نہیں بھرتا۔ لیکن بایں ہمہ، اس کو کارِ ثواب اور عبادت تصور کرنا مشکل ہے اور صوفیاء سے جو مابہ النزاع صورت ہے وہ صرف یہی ہے۔ (جاری ہے)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عالم اسلام کی دیگر گوں حالت اور اس کا علاج

ادارہ

عالم اسلام نہایت نازک دور سے گزر رہا ہے۔ صرف اس لئے ہیں کہ وہ بیرونی خطرات کے نرغہ میں ہے بلکہ اس اعتبار سے کہ اس نے خود بھی ایسے حالات پیدا کر لئے ہیں جو نزولِ مصائب اور خارجی فتنوں کے لئے اپنے اندر بلا کی کشت رکھتے ہیں۔ اس لئے انفرادی اور اجتماعی زندگی میں جس کردار اور ذہنیت کا اس نے مظاہرہ کیا ہے۔ اس کے بعد اسے کسی بھی غیر کی ستم ظریفی کا شکوہ نہیں ہونا چاہئے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

جو (نعمت) کسی قوم کو (خدا کی طرف سے) حاصل ہو، جب تک وہ (قوم) اپنی ذاتی صلاحیت کو نہ بدلے خدا اس (نعمت) میں کسی طرح کا تغیر (و) تبدیل) نہیں یا کرتا۔

مشکل یہ ہے کہ یہ مدعی اسلام، نہ اسلام میں پختہ ہے نہ کفر میں خالص۔ اس لئے دونوں حیثیتوں سے اس کے ساتھ جو معاملہ ہونا چاہئے تھا نہیں کیا گیا اور نہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ صرف دنیا کا دستور نہیں، بلکہ خدا کے ہاں بھی یہی دستور ہے کہ ہر جائی کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی بلکہ مطلب کی یاری، خدا کے ہاں کفر سے بھی بدتر چیز ہے۔ کیونکہ کفر تو ٹھوس اور لگی لپٹی رکھے بغیر ایک ”انکار“ کا نام ہے، لیکن مطلب کی یاری ایک گونہ انکار بھی ہے اور ایک گونہ محول بھی، جو ظاہر ہے بہت بڑا سنگین جرم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا کے نزدیک ایک منافق، کافر سے بدتر ہوتا ہے۔

حدیہ ہے کہ یہ نام کا مسلمان بے یقینی، بے عملی اور معصیت کوشی میں دنیا کے کسی بھی بے عمل اور بد کردار سے پیچھے نہیں رہا۔ اس لئے اس کے پلے میں تقریباً تقریباً ہر قسم کی پسپائی اور ہر رنگ کی رسوائی کے نمونے جمع ہو گئے ہیں۔

دعوائے ایمانی کے ساتھ اس کی ”بے یقینی“ سرفہرست ہے۔ اس لئے بے عملی رنگ لارہی ہے۔ جب اس بے عملی کے ساتھ بد عملی کا پوند بھی لگ جائے تو اس وقت جو نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ ان کی سنگینی کا اندازہ خود ہی فرمالیجے۔ یعنی اسلام اور نظریہ حیات کے سلسلہ میں بے یقینی کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ اس کا کچھ کرنے کو جی ہی نہیں چاہتا۔ لیکن جب کیے بغیر گزارہ نہیں ہتا تو پھر ”ہیرا پھیری“ کے ذریعے چام کے دام چلانے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ ظاہر ہے فریب دہی کا یہ بازار زیادہ دیر گرم نہیں رہ سکتا۔ اور آپ دیکھ بھی رہے ہیں کہ اب دنیا میں عالم اسلام کا کام ٹھپ ہو کر رہ گیا ہے، چارٹو ایک سناٹا اور ہوس کا سماں بندھ گیا ہے اور ہر طرف وحشت، ہراس اور بے اطمینانی کی فضا طاری ہو رہی ہے۔ اور ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کل تک اور کیا کیا ہونے کو ہے۔

مسلمانانِ عالم پر جو افتاد پڑ رہی ہے، وہ کسی بیرونی دھاندلی سے زیادہ ان کی اندرونی بنیادی کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔ اپنی شخصی زندگی کی حد تک ناگفتہ بہ صورت حال سے دوچار ہیں۔ خدا خونی، نیک عملی، مسنون طرزِ حیات اور اخلاص پورے معاشرہ سے رخصت ہو چکے ہیں۔ بے خدا زندگی، آوارہ سفر حیات اور غیر اخلاقی اور غیر اسلامی نقوش زندگی پر اصرار، ان کی گھٹی میں پڑ گیا ہے۔ خاص کر مسلم عوام کو ایک طویل عرصہ سے جس ناسازگار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عالم اسلام کی دگرگوں حالت اور اس کا علاج

فضا اور قیادت سے پالا پڑ رہا ہے۔ اس نے ملت اسلامیہ کے مستقل کو خاصہ نقصان پہنچایا ہے۔ ان کی قیادت، غیر دیندار لوگوں میں چلی گئی ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ:

خدا نے ان کو عطا کی ہے خواجگی کہ جنہیں!

خبر نہیں روش بندہ پروری کیا ہے؟

اس نااہل قیادت نے علاقائی عصبيت کو گرما کر، پورے عالم اسلام کو دو دو بالشت کی ٹکڑیوں میں تقسیم کر دیا ہے جس سے مسلمانوں کا ملی اتحاد تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب اربابِ اقتدار عملی لحاظ سے ”نگ دیں“ ہوں تو دینی قیادت ان کے لئے مشکل نہیں ناممکن ہوتی ہے اس لئے ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ پوری قوم ان کی ہم مشرب اور ہم نوا بن جائے۔

امرواقتہ یہ ہے کہ مسلم عوام کے ساتھ کچھ اسی طرح کا کھیل کھیلا گیا ہے جس سے وہ بہک گئے ہیں۔ اس بد عملی اور بے راہ روی کے بعد نظریہ حیات اور منزل کی بات باقی تھی۔ اس کا علاج یہ سوچا گیا کہ عوام کا لانعام کو ”پیٹ“ کے گرد جمع کر دیا جائے تاکہ ان کے سامنے پہلے روٹی کی بات رہے، پھر ایمان کی، چنانچہ پچھلے دنوں میں ایک رہنما نے پوری قوم کو اسی فکر میں پختہ کرنے کے لئے یہ دلیل مہیا کی کہ حدیث کی رو سے اگر بھوک لگی ہو تو پہلے پیٹ پوجا کر لی جائے، پھر نماز پڑھی جائے۔ ظاہر ہے اس سے منزل بھی بدل گئی اور نظریہ حیات بھی ایک تابع مہمل ہو کر رہ گیا۔ اس سے بڑھ کر دین پر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے کہ دین کو ہی اس سے غافل دنیا بنانے کے لئے استعمال کیا جانے لگے؟ سیاسی کھلڈنروں نے اس گمراہ کن نعرہ کے ذریعے عوام کا جو استحصال کیا، رد عمل کے طور پر اس کا یہ قدرتی نتیجہ برآمد ہوا کہ عوام کا خدا اسلام سے بھی اعتماد اٹھ گیا ہے۔ اس لئے اسلامی فکر و عمل سے مزید دور ہوتے جا رہے ہیں۔ خاص کر نئی نسل۔

ان گزارشات سے غرض یہ نہیں کہ سارا قصور ہمارا اپنا ہے۔ بیرونی شرارتوں کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے بلکہ یہ ہے اور صرف آتا ہے کہ وہ ایسا چاہتے بھی تھے اور ہمارے اندرونی معاملات اور داخلی فضا بھی ان کے لئے سازگار تھی اور بس۔ پھر آہی گئے۔

یوں سمجھئے کہ اندرونی طور پر ہم نے اپنے اغراض، ذہنیت اور کردار کا ایک ایسا دستر خواں تیار کر چکے ہیں جس پر دشمنانِ اسلام بھوکوں کی طرح ٹوٹ پڑے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث تقریباً تقریباً یہ ساری تفصیل بیان کی گئی ہے۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاغِيَ عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاغَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ بَلْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنَّكُمْ غُفَاءٌ كُغْفَاءَ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُدُورِ عِدْوِكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ. قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ

وہ وقت قریب ہے کہ مختلف قومیں تمہیں کھانے کو ایک دوسرے کو بلا کر لائیں گی جیسا کہ کھانے والے، کاسہ طعام کے گرد جمع ہونے کے لئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ایک دوسرے کو بلایا کرتے ہیں۔ اس پر کسی نے پوچھا:

”حضور ﷺ! کیا اس دن ہم تھوڑے ہوں گے؟“

فرمایا: ”نہیں! بلکہ اس دن تم کہیں زیادہ ہو گے لیکن جیسے پانی پر جھاگ یا کوڑا کرکٹ۔“

ان کے سینوں سے اللہ تعالیٰ تمہارا رب کھرچ ڈالے گا اور خود تمہارے اندر دہن (کمزوری) پیدا کر دے گا۔“

کسی نے عرض کیا: ”جناب ﷺ! دہن کیا شے ہے؟“

فرمایا: ”دنیا کا پیار اور موت سے نفرت۔“

حدیث بالا کے سیاق سے محسوس ہوتا ہے کہ مسلمان ایک ایسا دلچسپ شکار بن جائیں گے۔ جن کے شکار کو دنیا ایک دلچسپ تفریح اور محبوب شغل بنالے گی اور نہایت بے تکلفی کے ساتھ ہنسنے کے لئے ان کے مقدر کے ساتھ کھیلے گی۔ وجہ؟ فرمایا: دنیا کا پیار اور موت سے نفرت۔

دنیا کا پیار: عظیم ملی مقاصد اور مقام عزیمت سے بے توجہی اور فوائد عاجلہ کے لئے سرمدی مکارم حیات کو بیچ کھانے سے دریغ نہ کرنا، دنیا کا پیار کہلاتا ہے۔

موت سے نفرت کے معنی ہیں۔ بزدلی، اخروی نوا میں سے عدم دلچسپی، عظیم ملی اقدار کی راہ میں سرفروشی سے کترانا، سستی شہرت، سستی نجات اور سستی فلاح و بہبود کے خوابوں میں مست اور چور رہنا۔

قرآن حکیم کی نگاہ میں یہ یہودیت ہے۔

يَوْمَ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعْبَرُ أَلْفَ سَنَةٍ (پ اسورۃ بقرہ۔ ع ۱۱)

ان میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ اے کاش! اس کی عمر ہزار سال کی ہو۔

دنیا کے پیار کی ایک بدترین مثال ہے۔ کیونکہ جسے خدا سے تعلق ہوتا ہے وہ اس کے ہاں مہمان ہونے کے لئے مضطرب رہتا ہے یا کم از کم اتنا تو ضرور کہتا ہے کہ ”الہی جب تک میرا جینا میرے دین و دنیا کے لئے مفید ہو، زندہ رکھو اور جب مضرہ تو بس اپنے ہاں بلا لیں۔“

قرآن مجید کا کہنا ہے کہ وہ اس سلسلہ میں اس حد تک اندھے ہو گئے تھے کہ وہ خدا کے نام پر تہمتیں بیچتے تھے۔

يَكْتُمُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لِيُشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا (پ ۱۔ بقرہ۔ ع ۹)

اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس سے (اتری) ہے تاکہ اس طرح تھوڑے سے دام کھرے کر لیں۔

آخرت فراموشی کا منظر اور ہی درناک ہے، ہو سکتا ہے کہ یہودی ایسے بھی ہوں، جن کو قیامت بھی کبھی یاد آجاتی ہو لیکن آج کل یہاں تو یہ بھی ملاؤں کا ایک ڈھکوسلہ سمجھا جانے لگا ہے۔

وہ عظیم فاقیتیں جو اس وقت **أَنَا وَلَا غَيْرِي** کے ناقوس بجارہی ہیں۔ سب کی سب کفر و جود کی راہ پر گامزن ہیں اور وہ سمجھتی ہیں کہ کفر کو کفر سے کوئی کھٹکا نہیں۔ اس لئے ان میں سے کسی چھوٹی سی چھوٹی ریاست کو بھی ان سے کوئی خطرہ نہیں اور نہ ہی ان کے اندرونی معاملات میں کچھ زیادہ دخل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عالم اسلام کی دگرگوں حالت اور اس کا علاج

دیتی ہیں، لیکن عالم اسلام کو بالکل معاف نہیں کر رہیں کیونکہ وہ ان سے اس امر میں خائف ہیں کہ اگر یہ قوم بیدار ہو گئی تو کفر کی چودھراہٹ ختم ہو جائے گی کیونکہ اس قوم میں جنون کی حد تک تبلیغ کا جذبہ ہے اور تبلیغ و اصلاح کا یہ جوش جنوں نسل اور جغرافیہ کی حدود سے بالکل بے تعلق اور اس سے بالاتر ہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ ائمہ کفر و شرک کو پھر کبھی دبانے کے قابل ہو جائیں۔ ان دساوس کی بنا پر، پورے عالم اسلام کے سلسلہ میں وہ سب گہری سازشوں میں مصروف ہیں اور جب داؤ لگتا ہے، گھاؤ لگانے سے نہیں چوکتے۔ آثار بتاتے ہیں کہ جد کافرنس کے بعد ان کی سازشیں اور تیر ہو جائیں گی۔ یہ آپ کو کبھی متحد نہ ہونے دیں گی اور نہ ہی یہ اسلامی طرز حیات کو آپ کے لئے برداشت کریں گی۔ یہ وہ حالات ہیں، جن کی وجہ سے پوری اسلامی دنیا موت و حیات کی کش مکش میں مبتلا ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ اس برے حال میں بھی عالم اسلام اپنی بگڑی بنانے کے لئے خدا کی طرف رجوع کرنے کی بجائے انہی منکریں، خدا کی راہ دیکھے جارہے ہیں۔ اس لئے خدا کے قہر و غضب کی بھیجی بھی گرم سے گرم تر ہوتی جا رہی ہے۔ مادی اسباب اور وسائل کی اہمیت سے انکار نہیں، لیکن یہ خدا بھی نہیں ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے وسائل آپ کے لئے رحمت اور خیر و برکت کا موجب بنیں تو خدا کو دھوکا دینا چھوڑ دیں، بے یقینی پر نظر ثانی کریں، اپنے اندر خود اعتمادی، وحدت اور زندہ قوموں کی طرح نگاہ میں آفاقیت اور ولولوں میں ہمہ گیری پیدا کریں۔

اب وقت ہے کہ آپ اپنی شخصی اور اجتماعی اصلاح حال کے لئے پوری درد مندی کے ساتھ ایک دوسرے کو تھامیں، ان حرکات اور اعمال سے پرہیز کیا جائے جن سے اللہ میاں ناراض ہوتے ہیں، افتراق اور انتشار کی راہیں، بہت بڑی لعنتیں ہیں، ان سے خود بھی بچتے اور دوسرے بھائیوں کو بھی بچائیے۔ ملی وحدت کے احیاء اور صالح قیادت برپا کرنے کے لئے متحد ہو کر کوشش کریں۔ یہ بہت بڑی رحمتیں ہیں بس ان کا دامن تھام لیں۔ یقین کیجئے! کفر کو اپنے بد نتائج کا مزہ چکھنے کے لئے تو مہلت مل جاتی ہے لیکن بے عملی، بے یقینی اور بد عملی کے روح فرسائے کے ظہور دیر نہیں ہوا کرتی۔ خدا کے ہاں اس سلسلہ میں مہلت کا کوئی جواز مذکور ہی نہیں ہے۔ اس لئے اگر باوقار جینا ہے تو آنکھیں کھولیں۔ غلط طرز حیات سے توبہ کریں۔ خدا ضرور آپ کی مدد کرے گا۔ ان شاء اللہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

محسن انسانیت

تخلیص: ادارہ

جناب مولانا بخش محمدی

آنحضرت ﷺ سے پہلے عرب کی حالت:

عرب جس کا چرچا ہے یہ کچھ، وہ کیا تھا؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دنیا سے رخصت ہوئے تقریباً ساڑھے تین ہزار برس گزر چکے تھے۔ معبد ابراہیمی کی چھت پر جو، کائناتِ ارضی و سماوی کے حقیقی مالک و مختار کے سامنے سر نیاز جھکانے کے لئے تعمیر کیا گیا تھا، ہبل کا دیو ہیکل سنگی مجسمہ نصب تھا جو فخر و غرور کی ساکت و صامت تصویر بنا ہزار ہا کے ایک بے مقصد ہجوم کو حقارت آمیز انداز سے گھور رہا تھا۔

قرب و جوار کی گھاٹیوں اور پہاڑیوں پر رنگارنگ کے چھوٹے بڑے خیموں کی قطاریں نظر آرہی تھیں۔ جن کے اندر، جوان، بوڑھے اور عورتیں مختلف انواع کی رنگ رلیوں میں مصروف تھے۔ شراب کی بُوکے بھجھوکے اُٹھ رہے تھے، رقص و سرود کی محفلیں گرم تھیں، مختلف اقسام کے سازوں کے ساتھ انتہا درجہ کے فحش گیت گائے جا رہے تھے۔

سینکڑوں عورتوں اور صد ہا مردوں کی ایک مخلوط جمعیت مادرِ زاد برہنگی کے عالم میں تالیاں اور سیٹیاں بجاتی ہوئی خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھی جس کے اندر اس عہد کے اوہامِ باطلہ کی تمثیلیں تین سو ساڑھے بتوں کی مختلف صورتوں میں جلوہ گر تھیں۔

فخریہ انداز میں کچھ قریشی نوجوان جو شراب کے نشے میں بدمست تھے، جھوم جھوم کر یہ شعر پڑھ رہے تھے:

”ہم اپنے دشمنوں کو آگ کی نذر کر دیتے ہیں، ان کی حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر ڈالتے ہیں، بچوں کو تیروں کا نشانہ بنا دیتے ہیں، ہم ان کے بوڑھوں پر بھی رحم نہیں کرتے تاکہ دشمنوں کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ ہم دشمن کو تہ تیغ کرنے کے لئے برسوں تک اپنی تلواریں بے نیام رکھ سکتے ہیں۔“

”ہمارے دشمنوں کی قبروں میں اندھیرا رہتا ہے کیونکہ ان میں ہمارے قبیلہ کے افراد سے نکل لینے اور اپنے مقتولین کا قصاص لینے کی جرأت نہیں ہتی۔“

”ہم ایک جان کے بدلے دشمن کی دس دس اور بیس بیس جانیں بطور سود وصول کرتے ہیں۔“

”ہم مصاہرت کے قائل نہیں۔ اس لئے اپنی بیٹیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیتے ہیں۔“

”آج ہبل کی سر بلندی کا دن ہے۔ آج لات، منات، عزیٰ، ود، سواع، یعوق اور نسر کے ماننے والوں کی عظمت کا دن ہے۔ دنیا کی کوئی قوم ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کوئی نہیں جو ہم سے آنکھ ملانے کی جرأت کرے۔“

یہ عکاظ کا میلہ تھا، جہاں جابجا اسی قسم کے بلکہ اس سے بھی بدتر تماشے چشمِ فلک کو دکھائے جا رہے تھے اور صاف نظر آرہا تھا کہ نوعِ انسانی ہر قسم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے روحانی اور اخلاقی تسفل کا شکار ہو کر حیوانوں سے بھی بدتر ہو چکی ہے اور کسی کو شرفِ انسانیت کے تحفظ کا خیال تک نہیں تاکہ اپنے آپ کو بھیڑیوں، کتوں اور جنگلی جانوروں سے ممتاز ثابت کر سکے۔

یہ سرزمین عرب تھی۔ یہاں رہنی، اور قتل و غارت کو آبائی پیشوں کی حیثیت دے دی گئی تھی، یہاں فسق و فجور کی آندھیاں اُٹھتی تھیں اور ظلم و ستم کے بادل بن کر ہر سو چھا جاتی تھیں۔ جہاں شیطن عروج پر تھی اور انسانیت منہ چھپائے پھرتی تھی۔ جہاں فحاشی کی حکومت تھی اور عصیان و معصیت کا سکہ چلتا تھا۔ اولادِ آدم اپنے گناہوں کی سیاہی کے سمندر میں غوطے کھا رہی تھی کہ
یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت
بڑھا جانب بوقبیس ابرِ رحمت!

قبولیت دعا:

اب وہ وقت آگیا تھا کہ حضرت خلیلؑ کی دعا شرفِ قبولیت حاصل کرتی:

اے ہمارے رب! (جب میری اولادِ راہِ حق سے بھٹک جائے تو) ان میں ایک ایسا رسول مبعوث فرمائیے گا جو انہی میں سے ہو اور ان کو کتاب و حکمت سکھائے (ان کو پاک کرے) (اے اللہ! ہماری یہ دعا قبول فرما) کہ ٹھیک تو غالب صاحبِ حکمت ہے۔

ظہورِ قدسی:

یہی وہ موقع تھا کہ کوئی خورشید جہانِ تابِ طلوع ہوتا جو ظلمات کو چاک کر کے اپنی نورانی کرنوں سے ہر طرف ضیا پاشیاں کرتا ہوا گوشے گوشے کو منور کرتا چلا جاتا جو وحشت و بربریت، ظلم و ستم اور کفر و طغیان کے ان بحرِ ناپیدِ اکنار کو آن کی آن میں خشک کر ڈالتا۔

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا

دعائے خلیلؑ اور نویدِ مسیحاؑ!

دوشنبہ ۹ ربیع الاول کا وہ دن کتنا مبارک تھا، آج ایک کی بجائے دو سورج طلوع ہوئے، لیکن کس قدر فرق تھا ان دونوں میں۔ ایک سورج تو ظاہری تاریکیوں کو دور کر رہا تھا لیکن دوسرا تاریک اور نہاں خانہٴ قلوب کو منور کرنے کی بھی استطاعت رکھتا تھا، ایک کی قسمت میں یہی لکھا تھا خواہ کتنا چمکو، رات کی تاریکیاں ضرور تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لیں گی لیکن دوسرا رات اور تاریکی کے لفظ سے نا آشنا تھا۔ یہ ہر دم روشن اور ہمہ وقت تابندہ تھا۔ ایک کو روشنی پھیلانے کے لئے ہر روز طلوع ہونے کی ضرورت تھی لیکن دوسرے کو صرف چند برس تک چمکنے کی ضرورت تھی اور پھر تاقیامت اس کی روشنی کو تاریکی میں بدلنے والا کئی نہ تھا، ایک جلا سکتا تھا، جھلس سکتا تھا لیکن دوسرا پتھروں کو بھی موم کر سکتا تھا۔ ایک کی گرمی میں لو اور تپش تھی لیکن دوسرا ایسا کہ ابر باران کی طرح ٹھنڈا اور قہر و غضب کی آگ کو رحمت و شفقت میں بدل دینے کی اہلیت رکھتا تھا۔

آج فلک کے ہر گوشے سے یہ صدائیں بلند ہو رہی تھیں کہ اے ظلم و تشدد میں ڈوبے ہوئے انسانو! اے اجڑی ہوئی خلقِ اللہ! تمہیں مبارک ہو کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

محسن انسانیت، رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لاتے ہیں۔

انقلاب:

ناگاہ بحرِ زیست کے طوفاں اتر گئے	لیلائے شب کے گیسوئے برہم سنور گئے
ابریہاہ مطلعِ عالم سے چھٹ گیا	ظلمتِ شکست کھا گئی پانسپلٹ گیا
کھولا کسی کے ہاتھ نے اک دَورِ نوکاباب	نکلا سوادِ مشرق بطحاء سے آفتاب
ایک ذرہ دیدہ بیدار ہو گیا	سارا جہاں بقعہ انوار ہو گیا!!!

یہ کیسا انقلاب تھا؟ یہ کون محسنِ انسانیت تھا جس نے آن کی آن میں کایا پلٹ کر رکھ دی۔ صرف چند برسوں میں صفا اور مروہ کی پہاڑیوں، منی، عرفات، مزدلفہ کے میدانوں، حرمِ کعبہ کی دیواروں، مدینہ کے نخلستانوں اور مکہ کی عمارتوں نے ہزاروں واقعات اور انقلابات دیکھ ڈالے۔ اب معبدِ ابراہیمی کی چھت پر سے ہبل کا مجسمہ غائب ہو چکا تھا۔ خانہ کعبہ کی چار دیواری بتوں کی نجاست سے پاک نظر آتی ہے۔ بیت اللہ شریف کا طواف کرنے والے لوگ اب بھی ہزاروں کی تعداد میں نظر آتے ہیں۔ لیکن اب ان کے جسم عریاں نہیں، احرام کی چادریں زیب تن کئے ہوئے شرفِ انسانیت کا اعلان کر رہے ہیں۔ عورتیں اب بھی اس گروہ میں موجود ہیں لیکن اب ان میں سے پہلے کی سی بے حیائی و بے باکی مفقود ہے۔ ہجوم اب بھی منی و عرفات کے میدانوں، مزدلفہ کی گھاٹیوں اور صفا و مروہ کی پہاڑیوں پر دکھائی دے رہا ہے لیکن لہو و لعب میں گھرے ہوئے انسانوں سے بے مقصد شور و شغب کی بجائے اب تکبیر و تحلیل کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ **لبیک اللہم لبیک لا شریک لک لبیک** کی خود آوازیں شانِ اسلام کا پرچار کرتی محسوس ہوتی ہیں۔ مست ہاتھیوں کے غول کی طرح گشت لگانے والے بے فکرے نوجوانوں کی ٹولیوں کی بجائے اب شریف انسانوں کی جماعتیں ایک دوسرے کو صلح و سلامتی کا پیام دیتی، اخوتِ نوعِ انسانی کا مظاہرہ کرتی اور رشد و ہدایت کا سبق دیتی نظر آتی ہیں۔ عکاظ کے میلوں میں جمع ہو کر پتھروں کے تراشیدہ خداؤں کی بڑائی کا دعویٰ کرنے والے اب ربِ کعبہ کے سامنے سرِ نیاز جھکانے اور اس کے سامنے اپنی عبدیت کا زیادہ سے زیادہ اعتراف کرنے میں کوشاں نظر آتے ہیں۔ آج سے چند برس پیشتر جو لوگ انسان کے سفلی خصائل کا چلتا پھرتا اشتہار تھے، آج عرفات کے میدان میں ضبط نفس اور صبر و تحمل کا بہترین نمونہ اور وقار و تمکنت کی ایک ایسی زندہ تصویر ہیں کہ جس میں لغویات کا نام و نشان تک نہیں۔ یہ عرب کے بدو تھے، جاہل اور گنوار! لیکن آج ان سے زیادہ عالم فاضل اور مہذب ساری دنیا میں موجود نہیں۔ یہ راہزن، لٹیرے، چور اور ڈاکو تھے لیکن آج یہ غیروں کے مال کی حفاظت اپنی جان کی بازی لگا کر کرتے ہیں۔ یہ بدبودار شراب پیتے تھے لیکن آج ان کے لباس خوشبوؤں سے معطر تھے۔ یہ زانی تھے لیکن آج یہ دشمن کی عورتوں کی بھی عصمت کے محافظ ہیں۔ یہ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے لیکن آج ان ساشیق باپ کوئی نہیں۔ یہ بات بات پر لڑتے جھگڑتے اور تلواریں کھینچ لیتے تھے لیکن آج یہ پوری دنیا کو صلح و آشتی کا پیغام دے رہے ہیں۔

بلاشبہ یہ اس محسنِ انسانیت کا کمال ہے جس کا نام محمد ﷺ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کردار کی عظمت:

آؤ اس محسن انسانیت رحمۃ للعالمین کو دیکھو، یہ یتیم ہے لیکن لوگ اس پر رشک کرتے ہیں یہ امی ہے لیکن لوگ اس کے علم کے کروڑوں حصے کا مالک ہونے کو باعثِ فخر اور عزت افزائی خیال کرتے ہیں۔

آؤ! تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو، بسیرت محمدی ﷺ میں تلاش کرو۔ اگر تم تاجر ہو تو بصرہ کے کارواں کے سالار کو دیکھو۔ اگر بادشاہ ہو تو سلطانِ عرب کے احوال ڈھونڈو۔ اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار کو دیکھو۔ اگر خطیب ہو تو مسجد نبوی کے منبر پر کھڑے ہونے والے واعظ کو دیکھو۔ اگر ایامِ طفولیت گزرا ہے ہو تو آمنہ کے بیٹے کو نہ بھولو۔ اگر جوان ہو تو مکہ معظمہ کے چرواہے کی سیرت پاک کو دیکھو۔ اگر باپ ہو تو فاطمہ، زینب، ام کلثوم، رقیہ اور قاسم، عبد اللہ اور ابراہیم (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے ابا کو دیکھو۔ اگر شوہر ہو تو خدیجہ، عائشہ وغیرہما کے شوہر سے سبق حاصل کرو۔ اگر بھائی ہو تو علی المرتضیٰ کے بھائی کو دیکھو۔ اگر داماد ہو تو عمر فاروقؓ اور ابو بکر صدیقؓ کے داماد کے عادات و خصائل کو مشعلِ راہ بناؤ۔ اگر آقا ہو تو بلالؓ اور زیدؓ کے آقا کو دیکھو۔ مساوات کے طالب ہو تو جنگِ احد میں رسول اکرم ﷺ کے چچا کے کفن سے عبرت حاصل کرو۔ دوست ہو تو صحابہ کرام کے صاحبِ عزت ساتھی کو نہ بھولو۔ دشمن ہو تو فتح مکہ کے ہیرو کو فراموش نہ کرو۔ میزبان ہو تو سید المرسلین کو دیکھو، مہمان ہو تو سید الکونین کی سیرت پاک کا مطالعہ کرو۔ معاشرے کا ایک فرد ہو تو اسوۂ محمدی کو نہ بھولو اور اگر سیاستدان ہو تو نبی امی کی حکمتِ عملی کو ہر گز ہر نظر انداز نہ کرو۔ غرض زندگی کا کوئی شعبہ یا پہلو ایسا نہیں جس میں نبی اکرم ﷺ نے ہمارے لئے ہدایات نہ چھوڑی ہوں۔ تنہائی ہو یا مجلس، خلوت ہو یا جلوت، صلح ہو یا جنگ، ناکامی ہو یا کامیابی، شادی ہو یا غمی ہر جگہ اسوۂ محمد (ﷺ) اعلیٰ اخلاق کا مظہر نظر آتا ہے۔

خود قرآن مجید شاہد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اسْوَةِ حَسَنَةً لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ (پ ۲۱- سورہ احزاب- ۳۷)

کہ جو تم میں سے آخرت کی کامیابی اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی چاہے اسے چاہئے کہ اسوۂ رسول اللہ کو مشعلِ راہ بنائے۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم بھی رسول اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے ہر پہلو سے سبق حاصل کریں اور آپ کی تعلیمات کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا کر دین و دنیا کی فلاح و کامرانی سے مشرف بہ کنار ہوں۔ آمین۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

انتخاب

ایمان باللہ۔ جدہ

خواجہ عبد المنان راز (ایم۔ اے)

بے شک آنحضرت ﷺ سے پہلے انسان خدا کی ہستی اور اس کی وحدانیت سے آشنا تھا مگر اس بات سے پوری طرح واقف نہ تھا کہ اس فلسفیانہ حقیقت کا انسانی اخلاقیات سے کیا تعلق ہے۔ بلاشبہ انسان کو اخلاق کے عمدہ اصولوں سے آگاہی حاصل تھی مگر اسے واضح طور پر یہ معلوم نہیں تھا کہ زندگی کے مختلف گوشوں اور پہلوؤں میں ان اخلاقی اصولوں کی عملی ترجمانی کس طرح ہونی چاہئے۔ خدا پر ایمان، اصول اخلاق اور عملی زندگی یہ تین الگ الگ چیزیں تھیں جن کے درمیان کوئی منطقی ربط، کوئی گہرا تعلق اور کوئی نتیجہ خیز رشتہ موجود نہ تھا۔ یہ صرف محمد ﷺ ہیں جنہوں نے ان تینوں کو ملا کر ایک نظام میں سمو دیا اور ان کے امتزاج سے ایک مکمل تہذیب و تمدن کا نقشہ محض خیال کی دنیا ہی میں نہیں بلکہ عمل کی دنیا میں بھی قائم کر کے دکھایا۔

انہوں نے بتایا کہ خدا پر ایمان محض ایک فلسفیانہ حقیقت کے مان لینے کا نام نہیں ہے بلکہ اس ایمان کا مزاج اپنی عین فطرت کے لحاظ سے ایک خاص قسم کے اخلاق کا تقاضا کرتا ہے اور اسی اخلاق کا ظہور انسان کا علمی زندگی کے پورے رویہ میں ہونا چاہئے۔ ایمان ایک تخم ہے جو نفس انسانی میں جڑ پکڑنے میں اپنی فطرت کے مطابق عملی زندگی کے پورے درخت کی تخلیق شروع کر دیتا ہے اور اس درخت کے تنے سے لے کر اس کی شاخ شاخ اور پتی پتی تک میں اخلاق کا وہ جیون رس جاری و ساری ہو جاتا ہے جس کی سوتیں تخم کے ریشوں سے اہلتی ہیں۔

جس طرح یہ ممکن نہیں ہے کہ زمیں میں بوئی تو جائے آم کی گھٹلی اور اس سے نکل آئے لیموں کا درخت، اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ دل میں بویا تو گیا ہو خدا پرستی کا بیج اور اس سے رونما ہو جائے مادہ پرستانہ زندگی، جس کی رگ رگ میں بد اخلاقی کی روح سرایت کئے ہوئے ہو۔ خدا پرستی سے پیدا ہونے والے اخلاق، اور شرک، دہریت یا رہبانیت سے پیدا ہونے والے اخلاق یکساں نہیں ہو سکتے زندگی کے یہ سب نظریے اپنے الگ الگ مزاج رکھتے ہیں اور ہر ایک مزاج دوسرے سے مختلف قسم کے اخلاقیات کا تقاضا کرتا ہے۔ پھر جو اخلاق خدا پرستی سے پیدا ہوتے ہیں وہ صرف ایک خاص عابد و زاہد گروہ کے لئے مخصوص نہیں ہیں کہ صرف خانقاہ کی چار دیواری اور عزلت کے گوشے ہی میں ان کا ظہور ہو سکے۔ ان کا اطلاق وسیع پیمانے پر پوری انسانی زندگی اور اس کے ہر پہلو میں ہونا چاہئے اگر ایک تاجر خدا پرست ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی تجارت میں اس کا خدا پرستانہ اخلاق ظاہر نہ ہو۔ اگر ایک جج خدا پرست ہے تو عدالت کی کرسی پر اور ایک پولیس مین خدا پرست ہے تو پولیس پوسٹ پر اس سے غیر خدا پرستانہ اخلاق ظاہر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح اگر کوئی قوم خدا پرست ہے تو اس کی شہری زندگی میں، اس کے انتظام ملکی میں۔ اس کی خارجی سیاست میں اور اس کی صلح و جنگ میں خدا پرستانہ اخلاق کی نمود ہونی چاہئے، ورنہ اس کا ایمان باللہ ایک لفظ بے معنی ہے۔

(مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جدہ:

جدہ کے لغوی معنی پر میں نے غور نہیں کیا۔ عرب میں کوئی نام بغیر مفہوم کے نہیں ہوتا۔ خود لفظ ”عرب“ کے کئی معنی ہیں۔ مثلاً بعض یہ کہتے ہیں کہ عرب اعراب سے مشتق ہے جس کے معنی زبان آوری کے ہیں۔ اسی لئے عرب اپنے سوا تمام دنیا کو دجم کہتے رہے۔ یہ محض نکتہ آفرینی ہے، علمائے انساب کے نزدیک چونکہ اس ملک کا پہلا باشندہ یعرب بن قحطان تھا، لہذا اسی کے نام پر ملک کا نام پڑ گیا۔ اہل جغرافیہ نے عرب کا پہلا نام عرب لکھا ہے جو تخفیفاً عرب ہو گیا اور یہی قوم کا نام قرار پایا۔

سید سلیمان ندوی نے اسد بن جاحل ابن منقذ ثوری، ابوسفیان کلبی اور ابوطالب کے بعض اشعار کا حوالہ دے کر اس کی توثیق کی ہے اور یہ قرین حقیقت ہے کیونکہ تمام سیاسی زبانوں میں عرب، صحرا اور بادیہ کا مفہوم رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کا نام عربہ اور عرب ہو گیا۔

قرآن کریم میں عرب کا لفظ ملک عرب کے لئے کہیں نہیں بولا گیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سکونت کے ذکر میں وادی غیر ذی زرع یعنی وادی ناقابل کاشت بولا گیا ہے اور یہ لفظ عرب کا بعینہ لفظی ترجمہ ہے۔ حضرت مسیح سے ایک ہزار برس پہلے حضرت سلیمان کے عہد میں لفظ عرب کے استعمال کی نشاندہی ہوتی ہے۔

جدہ کا نام حضرت عثمان کے وقت رکھا گیا۔ پہلا نام سحیلہ تھا جدہ ٹھیک ٹھیک وہاں تو نہیں لیکن اس سے ہٹ کر اس کی جگہ آباد کیا گیا۔ السنہ کی ایک روایت کے مطابق جدہ کے معنی ساحل کے ہیں۔ ایک دوسری روایت کے مطابق وہ حصہ جہاں زمین پانی سے کٹ جاتی ہے۔ لغت میں جدہ کے معنی، دادی اور نانی کے بھی ہیں۔ یہاں حضرت حوا کی قبر ہے۔ ممکن ہے اسی رعایت سے اس کا نام جدہ کر دیا گیا ہو۔ جدہ اب نانی ہے نہ دادی۔ وہ نئی تہذیب کی ساحلی محبوباؤں میں سے ایک ہے۔ شعرائے عرب سے کسی نے کہا ہے۔ محبوبہ کے دو حصے ہیں۔ ایک سراسر محبت کے لئے دوسرا شوہر کا جس پر کبھی آنچ نہیں آتی۔

جدہ انہی شاعروں کے تصور و تخیل کا سراپا ہے لیکن محمل سے باہر آچکا اور تہذیب کے ہاتھ میں تیغ براں کی طرح ہے۔ اب امر دالقیس ہے نہ نابغہ زبانی۔ زہیر بن ابی سلمیٰ ہے نہ عترة غنی، عمر بن کثوم ہے نہ طرفہ بن العبد اعشی۔ قیس ہے نہ حارث بن حلزہ، لبید بن ربیعہ ہے نہ امیہ بن ابی الصلت، کعب بن زہیر ہے نہ عمرو بن معدیکرب، خنساء ہے نہ حسان بن ثابت۔ حطیہ ہے نہ نابغہ الحمدی۔ عمر بن ابی ربیعہ ہے نہ اخطل، فرزوق ہے نہ جریر جتبیٰ ہے۔ نہ ابو تمام ابو العلاء معری ہے نہ شریف رضی۔ اب ان کے تذکرے ہی رہ گئے ہیں۔ جدہ شاید ان تذکروں سے بھی خالی ہے۔ اس کے چہرے مہرے پر قدامت کی برائے نام تیوری بھی نہیں چڑھی ہے۔ وہ ان جھریوں پر گزارا نہیں کر رہا۔ بلکہ اس کی سچ دھج انگور کے خوشوں سے نچڑی ہوئی تازہ شراب ہے۔ اس کی عرب روایتیں دید و شنید سے نکل چکی ہیں۔ کہانیاں چلا کرتی ہیں مجھے ان کہانیوں سے کوئی سروکار نہیں لیکن قہر سلطانی نے پورے شہر کو جراثیم سے محفوظ کر دیا ہے۔ چہرے آوارہ نگاہوں سے مصنون ہیں اور جیسے فن کاروں سے۔ قطعید کے خوف اور سر قلم کیے جانے کے اندیشہ نے مجرموں کی کوکھ بانجھ کر دی ہے۔ یورپ اور ایشاء کے بڑے شہروں کی طرح یہاں مجرم کلیلیں نہیں بھرتے۔ آپ سونا اچھالتے نکل جائیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کوئی میلی نگاہ نہیں اٹھے گی۔ نصف صدی پہلے بد و حجاج کو لٹ لیتے اور قافلوں پر چڑھ دوڑتے تھے۔ عبدالعزیز ابن سعود نے ان سب کا خاتمہ کر دیا۔ آج ”مہذب“ ملکوں کے مقابلہ میں اس ”غیر مہذب“ ملک میں سب سے کم جرم ہوتے ہیں۔ ان جرائم کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا جن سے یورپ اور امریکہ مالا مال ہیں۔ تعزیراتی سخت ہے کہ جرم کا حوصلہ پیدا ہی نہیں ہوتا۔ کوئی جرم ہے تو انڈر گراؤنڈ کوئی کھلا نہیں اور کوئی آوارہ نگاہ نہیں۔ مسلمان عرب عورت بازار کی ہرنی نہیں اور نہ وہ کھلے منہ پھرتی ہے۔ غیر ملکی نا مسلمان عورتیں اکا دکا ادھر ادھر پھرتی نظر آتی ہیں لیکن آپ ان کا جائزہ نہیں لے سکتے اور نہ آپ کی نگاہیں ان کا تعاقب کر سکتی ہیں۔

شورش کاشمیری (شب جائے کہ ن بودم ص ۱۹، ۲۰، ۲۱)

مومن کبھی مایوس و ہراساں نہیں ہوتا

خواجہ عبدالمنان راز

آلام و مصائب میں پریشاں نہیں ہوتا	مومن کبھی مایوس و ہراساں نہیں ہوتا
ہے جُہدِ مسلسل ہی میں انسان کی عظمت	جو ہار دے ہمت ہی وہ انسان نہیں ہوتا
اُس قوم کی قسمت میں اندھیرے ہی رہے ہیں	جس قوم کا کردار درخشاں نہیں ہوتا
اُس شخص پہ اللہ کی رحمت نہیں ہوتی	جو اپنے گناہوں پہ پشیمان نہیں ہوتا
دنیا میں وہی شخص ہے توقیر کے قابل	جو اپنے فرائض سے گریزاں نہیں ہوتا
کر لیتا ہے تعمیر وہ پھر اپنا نشین	جو برقی حوادث سے ہراساں نہیں ہوتا
مومن کی فتح ہوتی ہے اے راز بالآخر	جھوٹا کبھی اللہ کا بیٹا نہیں ہوتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تعارف و تبصرہ کتب

خواجہ عبد المنان راز (ایم۔ اے)

نام کتاب: سیرت سید العالمین ﷺ

مصنف: مولانا احمد دین گکھڑوی

ناشر: سکول بک ڈپو، اردو بازار، گوجرانوالہ

ضخامت: ۷۶ صفحات

قیمت: ایک روپیہ ۵۰ پیسے

مولانا احمد دین گکھڑوی کا نام مناظر اسلام کی حیثیت سے دینی حلقوں میں خاصا معروف ہے۔ انہوں نے قیام پاکستان سے پہلے عیسائیت کے علاوہ شرک و بدعت کے خلاف اسلام کی ترجمانی اور دفاع میں بڑے معرکہ آراء مناظروں میں حصہ لیا ہے اور اسلام کی حقانیت کا پرچم بلند کرنے میں بڑھ چڑھ کر کام کیا۔ ”سیرت سید العالمین“ (ﷺ) ان کی مناظرانہ انداز کی تصنیف ہے۔ اس میں انہوں نے پادری ٹھاکر داس کی رسوائے زمانہ کتاب ”سیرۃ المسیح“ کا تحقیقی جائزہ لے کر رسالت مآب حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی پر کیے جانے والے اعتراضات اور بہتانات کا مدلل اور معقول جواب دیا ہے، کہ عشق محمدی ﷺ اور غیرت دینی کا بھی تقاضا تھا۔

پادری ٹھاکر داس نے اپنی کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقام اور مرتبہ کو اولیٰ و ارفع ثابت کرنے کے لئے نہ صرف یہ کہ سرور کائنات صلی اللہ ﷺ پر الزامات و بہتانات کے زہریلے تیر بر سائے بلکہ اندازِ بیاں اور انتخابِ الفاظ ایسا ناشائستہ اور غیر مہذبانہ ہے کہ خون کھول اٹھتا ہے۔ مولانا احمد دین صاحب نے اپنی مذکورہ کتاب میں جہاں حضور پاک پر کئے جانے والے اعتراضات و اتہامات کو دلائل و براہین سے غلط ثابت کیا ہے۔ وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقام اور مرتبہ کا بھی پورا پورا خیال رکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

”ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی برحق نبی اور رسول مانتے ہیں۔ ان کی عزت بھی دوسرے رسولوں کی طرح کرتے ہیں۔ ان کی توہین یا کسی دوسرے نبی کی توہین صریح کفر سمجھتے ہیں۔ معاً ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کل مخلوق بلکہ تمام انبیاء اور ملائکہ سے افضل و اشرف، سرور کائنات، فخر، موجودات، جامع کمالات اور ارفع الدرجات ہیں۔“ پوری کتاب میں یہی روح کار فرمانظر آتی ہے۔

آج جبکہ عیسائی مشنری نے اپنی مہم کو پاکستان میں تیز کر دیا ہے۔ اور بازاروں، چوراہوں میں عیسائی مرد اور عورتیں بلا روک ٹوک اپنا لٹریچر تقسیم کر رہے ہیں، اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اس کتاب کو عیسائی حلقوں میں پہنچانا بھی اسلام اور انسانیت کی بہترین خدمت ہے تاکہ ان کو عیسائیت کے موجودہ محرف و مبدل، غیر مستند بائبل پر مبنی ہے، کے صحیح صحیح خدوخال معلوم ہو سکیں۔

”سیرت سید العالمین“ (ﷺ) کو مقتدر علاء، دین حافظ محمد یوسف گکھڑوی نے شائع کیا ہے اور سکول بک ڈپو اردو بازار گوجرانوالہ سے ڈیڑھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

روپیہ میں حاصل کی جاسکتی ہے۔

نام کتابچہ: مغالطات مرزا عرف الہامی بوتل

مصنف: منشی محمد عبداللہ (ثالث) معمار امرتسری

ناشر: سکول بک ڈپو، اردو بازار گوجرانوالہ

ضخامت: ۲۸ صفحات

قیمت: ۵۰ پیسے

اس مختصر سی کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے عجیب و غریب مغالطات، پُر اذدجل و فریب الہامات، مخفی در مخفی چالوں اور متناقض و متخالف بیانات کا انکشاف کر کے ان کی مفصل و مدلل تردید کی گئی ہے۔

مرزائیت ایک ایسا فتنہ ہے جسے انگریز سرکار نے اپنے سیاسی مقاصد کے لئے بطور خاص اٹھایا اور اس کی پرورش کی۔ اسلام اور مسلمانوں کو جس قدر نقصان موجودہ زمانے میں مرزائیت سے پہنچا ہے وہ ظاہر و باہر ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی جسے انگریز سرکار نے اس فتنہ کا بانی ہونے کا موقع فراہم کیا، اس کا کردار اتنا عجیب ہے کہ عقل حیران ہے کہ یہ شخص ہے کیا؟ اور کیا کہنا چاہتا ہے؟

اس شخص کی تحریر ایسی گنجلک اور پیچیدہ ہے کہ قاری سرپیٹ کر رہ جائے، باتیں ایسی گول مول کہ عقل چکر اچائے۔ اس کی خاکساری ایسی کہ خود کو آدمی کی شرمگاہ قرار دیا ہے۔ سخت کلامی ایسی کہ مخالفین کو سور، کتے، بے ایمان، بد ذات، خبیث اور ولد الحرام کے دشنام سے بے تکلف نوازتا چلا جائے۔

اسی شخص کے بارے میں منشی محمد عبداللہ صاحب معمار امرتسری نے ”مغالطات مرزا عرف الہامی بوتل“ کے عنوان سے یہ رسالہ مرتب کیا ہے۔ کتاب مفید ہونے کے ساتھ ساتھ خاصی دل چسپ بھی ہے۔ مرتب نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے مرزا غلام احمد قادیانی کی ان تحریروں کو جمع کیا ہے جن میں وہ ایک جگہ کسی بات کا اعلان و دعویٰ کرتے ہیں تو دوسری جگہ اس سے انکار و تردید کرتے نظر آتے ہیں۔ مرزائیت کو خود اس کے بانی کے الفاظ میں سمجھنے کے لئے ہم اس کتابچے کے مطالعہ کی پرزور سفارش کرتے ہیں۔

درسِ عبرت

محمد عظیم الدین ص۔ ب۔ ۶۶۱۔ جدہ

مغربی ممالک کے قانون کے مطابق ۱۸ برس کی عمر سے پہلے کسی مرد یا عورت کو اپنا مذہب تبدیل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ چنانچہ جو نبی یہ مدت پوری ہوئی، ایک امریکن خاتون نے اپنی عمر کے انیسویں سال اسلام قبول کر لیا۔ اس خاتون کا اسلام محض زبانی حد تک نہیں بلکہ وہ اپنے آپ کو اس آخری ضابطہ حیات کے مطابق ڈھالنے کا عزم کر چکی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ پردہ کی شدت سے پابندی کرتی ہیں۔ لیکن ہندو پاک کی وہ مسلمان عورتیں جو آج کل امریکہ میں موجود ہیں، وہ کھلے بندوں پھرتی ہیں۔ ماڈرن بننے کے شوق میں انہوں نے ٹھیک ٹھیک وہی روش اختیار کر رکھی ہے جو یورپ کی خواتین کا شعار ہے۔ ان نام کی مسلمان عورتوں کو دیکھ کر اس نو مسلم خاتون کو از حد قلق ہوتا ہے تو اس کی تسلی اس طرح کرادی جاتی ہے کہ وہ ان خاندانی مسلمان عورتوں کی بد عملی پر توجہ دینے کے بجائے اپنے مالک حقیقی کی اطاعت میں لگی رہیں۔

یہ واقعہ کس قدر افسوس ناک ہے کہ ہمارا اسلام زبانی جمع خرچ تک محدود ہو کر رہ گیا ہے، اور ہماری بے پردہ خواتین خدا کے غضب سے نہیں ڈرتیں۔ اور قیامت کے ہولناک تصور سے غافل ہو گئی ہیں۔ اور مجموعی طور پر یہی حال دوسرے مسلمانوں کا بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج مسلمان پستی میں گر چکے ہیں۔ اگر ہم نے اپنے آپ کو اسلام کے مطابق نہ بدلاتو حالات سب کے سامنے ہیں۔ جذبہ ایمانی کے جوش میں یہ نیک خاتون پان اسلامک تحریک کی داعی ہیں۔ **واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً** آیت کریمہ کے تحت ہفتہ میں ۵۰ خطوط دیگر ممالک کے مسلمانوں کو لکھتی ہیں لیکن تسلی بخش جوابات نہ ملنے کی وجہ سے بہت مایوس ہو رہی ہیں۔ اس لئے ہم مخلص مسلمان مردوں اور عورتوں سے درخواست کریں گے کہ وہ ان کی حوصلہ افزائی کے لئے خطوط لکھیں تاکہ وہ بھی یہ سمجھ لیں کہ دنیا با عمل لوگوں سے خالی نہیں۔

محترمہ کا پتہ یہ ہے:

Sister Khadija. 206, Morris Avenue, Summit N.J. 07901 (U.S.A.)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ